عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۱ | ۱۰تا۱۶محرم الحرام ۱۴۲۴ھ بمطابق ۱۴تا۲۰مارچ ۲۰۰۳ء | شمارہ: ۴۲

قیمت: ۸ روپے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ

تصوف وسلوک اور آلِ حسینؓ

حسنینؓ پر شفقت

معاشرۂ انسانی کا باہمی ارتباط

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org

ائمہ اربعہؒ کا مسلک برحق ہے:

س:...... آپ نے اپنی ایک کتاب میں فقہ حنفی کو ہی گویا معیار نجات قرار دیا ہے' سوال یہ ہے کہ دوسرے ائمہ ثلاثہ کے متبعین کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ میں جہاں رہتا ہوں وہاں فقہ شافعی کے ماننے والے زیادہ ہیں اور میری زندگی بھی امام شافعیؒ کی تقلید میں گزری ہے' میں اپنی زندگی بھر کی عبادات کے بارے میں پریشان ہوں' کیا میرے لئے مسلک کی تبدیلی ضروری ہے؟ اور یہ بظاہر مشکل ہے' کیا امام شافعیؒ کا مسلک کتاب وسنت کے خلاف ہے؟ میری اس الجھن کو دور فرمادیں۔

ج:...... آنجناب کی سلامتی فہم اور حق پسندی سے جی خوش ہوا۔ حق تعالیٰ شانہ مجھے اور آپ کو اپنی رضا ومحبت نصیب فرمائیں۔

حضرت امام شافعیؒ چار ائمہ میں سے ایک ہیں' اور چاروں امام برحق ہیں' ان کے درمیان حق وباطل کا اختلاف نہیں' بلکہ راجح ومرجوح کا اختلاف ہے' میں چونکہ حنفی ہوں' اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کو اقرب الی الکتاب والسنۃ سمجھتا ہوں' اور امام شافعیؒ اور دیگر اکابر ائمہؒ کے مسلک کو بھی برحق مانتا ہوں' ان اکابرؒ میں سے جس کے ساتھ اعتقاد واعتماد زیادہ ہو' اسی کے مسلک پر عمل کرتے رہنا انشاء اللہ ذریعہ نجات ہے۔

چونکہ آپ کی طویل زندگی حضرت امام شافعیؒ کے مسلک حقہ پر گزری ہے' اور چونکہ آپ جس علاقہ میں رہتے ہیں وہاں فقہ شافعی کے مسائل بتانے والے بکثرت ہیں' اس لئے میری رائے یہ ہے کہ آپ کے لئے فقہ شافعی کی پیروی میں سہولت ہے' آپ اسی کو اختیار کئے رہیں۔

کتاب وسنت کے نصوص کی تطبیق میں حضرات ائمہؒ کا نقطۂ نظر مختلف ہوتا ہے' اس لئے امام شافعیؒ کا پہلو بھی یقیناً قوی ہوگا' اور آپ کے لئے بس اتنا عقیدہ کافی ہے اور اگر آپ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک اختیار کرنا چاہتے ہیں تو شرعاً اس کا بھی مضائقہ نہیں' بشرطیکہ فقہ حنفی کے مسائل بتانے والا کوئی شخص میسر ہو۔

انکارِ حدیث' انکارِ دین ہے:

س:...... ایک صاحب کا کہنا ہے کہ چونکہ احادیث کی بنا پر مسلمان مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں' اس لئے احادیث کو نہیں ماننا چاہئے۔ نیز ان صاحب کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی حفاظت کا ذمہ تو لیا ہوا ہے مگر احادیث کی حفاظت کا ذمہ بالکل نہیں لیا' اس لئے احادیث غلط بھی ہوسکتی ہیں۔ لہٰذا احادیث کو نہیں ماننا چاہئے۔

ج:...... احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو کہتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو' وہ آپؐ کے ارشادات مقدسہ کو بھی سر آنکھوں پر رکھے گا' اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو ماننے سے انکار کرتا ہے' وہ ایمان ہی سے خارج ہے۔

ان صاحب کا یہ کہنا کہ مسلمانوں میں فرقہ بندی احادیث کی وجہ سے ہوئی' بالکل غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قرآن کریم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ وتابعینؒ کے ارشادات کی روشنی میں نہ سمجھنے بلکہ اپنی خواہشات وبدعات کے مطابق ڈھالنے کی وجہ سے تفرقہ پیدا ہوا۔ چنانچہ خوارج' معتزلہ' جہمیہ' روافض اور آج کے منکرین حدیث کے الگ الگ نظریات اس کے شاہد ہیں' اور ان صاحب کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے' احادیث کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا' یہ بھی غلط بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی ضرورت جس طرح آپؐ کے زمانے کے لوگوں کو تھی' اسی طرح بعد کی امت کو بھی ان کی ضرورت ہے اور جب امت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور آپؐ کے ارشادات کے بغیر اپنے دین کو نہیں سمجھ سکتی تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعد کی امت کے لئے اس کی حفاظت کا بھی انتظام ضرور کیا ہوگا' اور اگر بعد کی امت کے لئے صرف قرآن کریم کافی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات وارشادات کی اسے ضرورت نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لوگوں کا بھی نعوذ باللہ آپؐ کی ضرورت نہ ہوگی' گویا (نعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے بے کار مبعوث کیا؟

http://www.khatme-nubuwwat.org

ہفت روزہ

ختم نبوت

سرپرست اعلیٰ
حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ

سرپرست
حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

جلد:۲۱ | ۱۰ تا ۱۶ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ بمطابق ۱۴ تا ۲۰ مارچ ۲۰۰۳ء | شمارہ:۴۲

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا عبدالرحیم اشعر
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا سعید احمد جلال پوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

سید اطہر عظیم
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد میو ایڈووکیٹ
ٹائٹل ڈیزائنر: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

اداریہ	4
ختم نبوت کا مفہوم (مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہارویؒ)	6
منصب نبوت اور درجہ صحابیت (مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ)	11
حضرت حسین رضی اللہ عنہ (مولانا محمد اسماعیل عارفی)	15
حسنینؓ پر شفقت (مولانا زاہد محمود)	18
معاشرہ انسانی کا باہمی ارتباط (مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)	19
تصوف و سلوک اور آل حسینؓ (سید اطہر عظیم)	21

فی شمارہ: ۷ روپے
ششماہی: ۱۷۵ روپے سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک / ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
اکاؤنٹ نمبر 363-8 اور اکاؤنٹ نمبر 927-2
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر

لندن آفس:
35,Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲-۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi
Ph: 7780337 Fax:7780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان واقعات کا نوٹس لیا جائے

ان سطور کے ذریعہ بارہا حکومت کی توجہ اس طرف مرکوز کرانے کی کوشش کی گئی کہ قادیانی ملک میں دہشت گردی کے مرتکب ہورہے ہیں اور امن و امان کی صورتحال کو ابتر بنانے کے لئے تمام اوچھے ہتھکنڈے اختیار کررہے ہیں۔ مسلمانوں پر حملے' انہیں اغوا کرنے کی کوششیں' ان پر ظلم و زیادتی' قادیانی آبادی والے شہروں میں ماورائے قانون اقدامات مثلاً نا کے' تفتیشی مراکز اور پرائیویٹ گاڑیوں میں سوار قادیانی غنڈوں کا مسلمانوں کے خلاف ایکشن لینا اس وقت ملک میں روزمرہ کا معمول ہے۔ قادیانیوں کے نزدیک پاکستان کے آئین اور قانون بلکہ خود پاکستان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ گزشتہ دنوں ملک میں قادیانیوں کی جانب سے جاری غنڈہ گردی کے حوالے سے دو مزید واقعات رونما ہوئے جو قادیانیوں کی طرف سے پاکستانی قانون کی دھجیاں بکھیرنے کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ یہ واقعات جہاں قادیانیوں کی غنڈہ گردی کی نشاندہی کرتے ہیں' وہاں حکومت کے منہ پر طمانچہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اخبارات میں ان واقعات کی جو تفصیلات شائع ہوئی ہیں' وہ ملاحظہ فرمایئے:

''کنری: قادیانیوں نے کلہاڑی مار کر نوجوان کو زخمی کر دیا

شہریوں کا احتجاجی مظاہرہ اور دھرنا

کنری (نمائندہ خبریں) قادیانیوں نے کلہاڑیاں مار کر نوجوان کو شدید زخمی کر دیا' واردات کے بعد شہریوں نے احتجاجی مظاہرہ کیا اور دھرنا دیا۔ تفصیلات کے مطابق نواحی گاؤں میاری خاصخیلی قوم کے ٹھارو خاصخیلی کی قیادت میں درجنوں افراد نے پریس کلب کنری کے سامنے زبردست احتجاجی مظاہرہ اور دھرنا دیا۔ مظاہرین حملہ آور قادیانیوں کی گرفتاری کا مطالبہ کررہے تھے۔ بعد ازاں ٹھارو خاصخیلی نے پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا کہ گزشتہ روز گاؤں کا ایک نوجوان عبدالواحد خاصخیلی قادیانی گاؤں خلیل آباد سے گزر کر کنری آرہا تھا کہ نوجوان کو یرغمال بنا کر تشدد کا نشانہ بنایا۔ گاؤں کے لوگ نوجوان کو چھڑانے پہنچے تو مذکورہ قادیانیوں نے کلہاڑیوں اور ڈنڈوں سے اچانک حملہ کرکے اقبال خاصخیلی کو سر پر کلہاڑیاں مار کر زخمی کر دیا' جس کی حالت تشویشناک ہے۔ متاثرین نے ڈی پی او میرپورخاص و دیگر اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا کہ حملہ آور قادیانیوں کو فی الفور گرفتار کرکے ہم پر درج کیا گیا جھوٹا مقدمہ خارج کیا جائے ورنہ کنری شہر میں ہڑتال اور احتجاجی مظاہرے کئے جائیں گے۔''

(روزنامہ ''خبریں'' کراچی ۱۷/فروری ۲۰۰۳ء)

''چوک اعظم: تین قادیانی بھائیوں نے معذور مسلمان کی لڑکی اٹھالی' ایک ملزم گرفتار

چوک اعظم (نمائندہ خبریں) جرائم پیشہ قادیانی خاندان کے تین بھائیوں ساجد نذیر' طاہر نذیر' شاہد نذیر پسران احسان اللہ

سکنہ چک نمبر ۳۶۸ ٹی ڈی اے نے وارڈ نمبر چھ چوک اعظم سے ایک معذور مسلمان کی لڑکی رات کو چار دیواری پھلانگ کر گن پوائنٹ پر اغوا کرلی۔ قادیانی مذہب سے تعلق رکھنے والے افسران وغیرہ ملزموں کی پشت پناہی کررہے ہیں۔ صوفی احمد حسین ودیگر اہالیان چک کی نشاندہی/مخبری پر پولیس تھانہ چوک اعظم نے چھاپہ مار کر لڑکی اور کیس کے بڑے ملزم ساجد نذیر کو موقع پر گرفتار کرکے لڑکی برآمد کرلی۔ مقامی سماجی حلقوں' انجمن تاجران کے سرپرست اعلیٰ چودھری محمد رمضان' محمد طارق جاوید ودیگر اہالیان چک نے زبردست احتجاجی مظاہرہ کرتے ہوئے پولیس سے دیگر ملزموں کی گرفتاری کا مطالبہ کیا ہے۔''

(روزنامہ ''خبریں'' کراچی ۶/مارچ ۲۰۰۳ء)

کتنی عجیب بات ہے کہ قادیانی کھلے بندوں غنڈہ گردی اور دہشت گردی کررہے ہیں لیکن انتظامیہ چپ سادھے بیٹھی ہے۔ مشہور ہے کہ روم جل رہا تھا اور نیرو بانسری بجارہا تھا۔ اس وقت بھی صورتحال اس سے مختلف نہیں۔ حکومت میں کلیدی آسامیوں پر فائز قادیانیوں کے عمل دخل نے ریاستی انتظامیہ کو قادیانیوں کی کھلے عام دہشت گردی کی طرف سے اپنی آنکھیں بند کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ اسلام آج صرف دنیا بھر ہی میں مظلوم نہیں بلکہ جس ملک کو ''اسلام کا قلعہ'' کہا جاتا ہے' درحقیقت اسلام اس ملک میں سب سے زیادہ مظلوم ہے۔ یہاں قادیانی' نبوت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کھلے بندوں مذاق اڑاتے ہیں لیکن کوئی انہیں روکنے والا نہیں ہوتا' یہاں عیسائی توہین رسالت کرتے ہیں اور ملک سے بآسانی فرار ہوکر بیرونی ممالک میں سیاسی پناہ حاصل کرتے ہیں' یہاں قرآن پاک کی بے حرمتی کی جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی کتاب کی توہین کرنے والے کسی قسم کی سزا نہیں پاتے' یہاں مسلمانوں کو منہ بھر بھر کر برا بھلا کہا جاتا اور قادیانیوں' عیسائیوں' یہودیوں اور ہندوؤں کی حمایت وطرفداری کی جاتی ہے لیکن اس کے مرتکب افراد معاشرے کے مہذب شہری قرار دیئے جاتے ہیں۔ افسوس! جس ملک کو ''پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ'' کے نعرے سے حاصل کیا گیا تھا' اس میں اللہ کی وحدانیت' اس کے رسول کی نبوت' عقیدۂ ختم نبوت' قرآن پاک' اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ وہ کچھ کیا گیا ہے جو شاید دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں کیا گیا اور اس تمام تر ظلم اور توہین کے ذمہ دار کسی نہ کسی حوالے سے قادیانی ہیں۔

قادیانیوں نے پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی ملک کے کلیدی عہدوں پر قابض ہونے کی پالیسی اپنائی۔ وزارت خارجہ' وزارت دفاع اور دیگر اہم محکموں اور اداروں میں قادیانیوں کے کلیدی عہدوں پر فائز ہونے کی وجہ سے ملک کو اندرونی اور بیرونی طور پر جو ناقابل تلافی نقصان پہنچا' اس کی تلافی ناممکن نہیں تو دشوار طلب ضرور ہے۔ آج بھی قادیانی ملک کی تباہی کے لئے وہی کردار ادا کررہے ہیں جو میر جعفر اور میر صادق نے ادا کیا تھا۔ افسوس کا مقام ہے کہ کوئی ان کی سازشوں کا پردہ چاک کرکے انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کی ہمت نہیں کررہا اور جو چند گنے چنے طبقات اس سلسلے میں آواز اٹھا رہے ہیں' انہیں تنگ نظر اور بنیاد پرست گردان کران کی رائے کو کوئی اہمیت نہیں دی جارہی۔ یہ پالیسی کسی طور ملک کے مفاد میں نہیں ہے۔

ان سطور کے ذریعہ ہم حکومت سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ملک میں قادیانیوں کی جانب سے غنڈہ گردی' مسلمانوں پر ظلم وستم اور جرائم کے ارتکاب کا سختی سے نوٹس لیا جائے اور ان واقعات میں ملوث قادیانیوں کو گرفتار کرکے تحت سے سخت سزا دی جائے۔ غنڈہ گردی کے جن دو واقعات کا ہم نے حوالہ دیا ہے' اس میں متاثرہ مسلمانوں کو انصاف دلایا جائے اور ملزمان کے خلاف فی الفور عدالتی کارروائی کی جائے۔

آخری قسط

ختمِ نبوت کا مفہوم

مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

بہرحال کسی نبی یا رسول کے مبعوث ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا کی مخلوق جن و بشر اپنی روحانی سعادت اور اخلاق و کردار کی بلندی کے لئے اپنی عقل و دماغ کی اختراع کی بجائے پیغام حق کو رہنما بنائے تاکہ ذی عقل کائنات الٰہی اس راہ میں رقیبانہ تضاد و تصادم سے بے نیاز ہو کر انسانوں کے نہیں بلکہ انسانوں کے پیدا کرنے والے خدا کے قوانین پر عمل پیرا ہو کر اجتماعی وحدت' عالمگیر اخوت و مساوات کی قدروں کو حاصل کرسکیں اور ایک دوسرے کا حاکم و محکوم اور آقا و غلام بننے کے بجائے سب ہی یکساں طور پر صرف اپنے پیدا کرنے والے ہی کے محکوم و غلام بن جائیں۔

دوسری جانب اس خاکدان عالم کا یہ حال ہے کہ اس کی ہر ایک شے نشو و ارتقاء کے قانون قدرت میں جکڑی ہوئی نظر آتی ہے' جس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مادی اور روحانی قوانین و نوامیس کی خالق ایک ہی ذات ہے تو بلاشبہ دونوں کے نوامیس و قوانین میں ہم آہنگی اور وحدت کارفرما نظر آنی چاہئے' ورنہ العیاذ باللہ! وحدت و یکتائی کی جگہ دوئی کو محور و مرکز ماننا پڑے گا جو نظریاتاً ناممکن اور عقلاً محال ہے۔

تب از بس ضروری ہے کہ رشد و ہدایت کے اس منصب "نبوت و رسالت" کا سلسلہ بھی قانون ارتقاء سے اسی طرح جکڑا ہوا ہونا چاہئے جس طرح مادیات کا اور اس لئے تسلیم کرنا ہوگا کہ رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ ارتقائی بنیادوں پر اس طرح ترقی پذیر ہو کہ کائنات انسانی اپنی بقاء و وجود تک کسی وقت بھی اس راہ میں نشو و ارتقاء سے محروم نہ رہے۔

اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد اب رشد و ہدایت کے اس نظام کو' جو منصب نبوت و رسالت کے نام سے معنون ہے' یوں سمجھنا چاہئے کہ قانون قدرت نے ایک جانب انسان کی مادی نشو و ارتقاء کا یہ سامان مہیا کیا کہ اس کی عقل و دانش اور اس کے شعور و آگہی کو آہستہ آہستہ ترقی پذیر کرنا شروع کیا اور دوسری جانب اسی معیار پر انسان کو روحانی و اخلاقی تربیت کا ساز و سامان بھی انبیاء و رسل کے ذریعہ آہستہ آہستہ ترقی پذیر شکل میں عطا فرمایا اور آخر ایک وقت وہ بھی آیا کہ انسان عقل و شعور کی ابتدائی اور متوسط منازل سے گزر کر بلوغ و کمال کی اس حد پر پہنچ گئے جس کو ان کے لئے حد کمال کہا جا سکتا ہے اور جس معراج کمال پر پہنچ کر انسان "انسان کامل" کہلانے کا بجا طور پر مستحق ہو جاتا ہے' تاہم حد بلوغ کی اس معراج ارتقاء پر پہنچ جانے پر بھی اس کی جلا اور صیقل کے لئے رہتی دنیا تک نت نئے سامان ہوتے رہیں گے اور خالق کائنات کی ربوبیت کاملہ ان کے کمال کو نقص سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنی تربیت حق کا ہاتھ ان سے نہ اٹھائے گی۔

ٹھیک اسی طرح نبوت و رسالت کی شمع رشد و ہدایت کا بھی حال رہا ہے کہ وہ ہزاروں سال تک اپنے ابتدائی اور متوسط منازل ارتقاء سے گزرتی رہی اور آخر کار وہ وقت بھی آ پہنچا کہ اس کی ترقی اور نشو و ارتقاء نے "کمال و تمام" کی شکل اختیار کرلی اور اس حد کمال پر پہنچ گئی جہاں اس کے ذریعہ کائنات ہست و بود کے سامنے ایسا قانون مکمل اور دستور کامل آ گیا جو ہر طرح عقل و شعور انسانی کے حد بلوغ کے مناسب حال ہے اور جس کی راہنمائی اور روشنی "عروج کمال" کی ضامن و کفیل ہے' ساتھ ہی اس میں یہ لچک بھی موجود ہے کہ گویا یہ قانون رشد و ہدایت اپنے بنیادی اصول کے لحاظ سے اٹل اور غیر متبدل ہے مگر عقل و شعور کے کمال و بلوغ کے تحفظ کے لئے جس طرح اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کاملہ نے راہیں مسدود نہیں کیں' بلکہ رہتی دنیا تک اس کی تربیت کے سامان مہیا کئے ہیں' اسی طرح اس منصب نبوت و رسالت کی تکمیل اور نقطۂ ارتقاء کے حد کمال پر پہنچ جانے کے بعد اس کی عطا کردہ رشد و ہدایت کے تحفظ

کی راہیں بھی بند نہیں کیں اور تا قیام قیامت اس کے جلاو صیقل کے لئے "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" کا سلسلہ قائم ودائم رکھا۔

یہی وہ حقیقت ہے جس کو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے "خاتم النبیین" کی تفسیر کو ایک روشن مثال کے ذریعہ سمجھایا اور "ختم نبوت" کی حقیقی روح کو مادی شکل میں پیش کر کے حرف آخر قرار دیا:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کو بہت عمدہ آراستہ پیراستہ کیا مگر اس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر میں چھوڑ دی' تو اب لوگ اس کو دیکھنے جوق در جوق آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں مگر ساتھ ہی کہتے جاتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ بھر دی گئی تاکہ تعمیر کی تکمیل ہو جاتی' چنانچہ میں نے اس جگہ کو پُر کیا ہے اور میں وہی نبوت کی آخری اینٹ ہوں' جس سے قصر مکمل ہو گیا' اور میں ہی آخر الانبیاء ہوں۔"

حاصل کلام یہ ہے کہ رب العالمین کی ربوبیت کاملہ نے کائنات ہست و بود میں قانون ارتقاء کو جس طرح نافذ فرمایا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ عقل وشعور انسانی کے حد بلوغ پر پہنچ جانے کے باوجود اس کی ترقی کا سلسلہ تا ابد جاری رہے اور اس میں ایسی پابندی یا روک نہ ہونی چاہئے جس سے اس کی صلاحیتوں کے نشوو ارتقاء کا سد باب ہو جائے' اور دوسری جانب پیغام حق کا جو سلسلۂ نبوت و رسالت (بذریعہ وحی الٰہی) عالم کی رشد و ہدایت کے لئے عطا ہوا ہے' وہ بھی حد کمال و تمام پر پہنچ جانے کے باوجود فطرت کے قانون ارتقاء کے مطابق نہ کمال سے نقص کی جانب رجوع کرے کہ حقیقت ظل اور بروز کے پردہ میں مستور ہو کر رہ جائے اور نہ ربوبیت حق کے اس عطا و نوال اور بخشش کا ہی سد باب ہو جائے' جو "رشد و ہدایت" کے عنوان سے معنون اور عالم انسانی کی حقیقی رہنما ہے' اس لئے طریقہ یہ رکھا گیا کہ جب انسان اپنے عقل و شعور میں حد بلوغ تک پہنچ گیا یا اس کے سامان پوری طرح مہیا ہو گئے' تب نبوت و رسالت کو بھی بہ حد کمال و تمام پہنچا کر ختم کر دیا گیا اور اعلان کر دیا گیا:

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت (نبوت و رسالت) کو پورا کر دیا۔"

مگر رشد و ہدایت کو رہتی دنیا تک اس طرح باقی رکھا کہ آخری پیغمبر کے ذریعہ جو آخری پیغام کامل و مکمل بن کر آیا' وہ اساس و بنیاد قرار پائے اور نت نئی مادہ ترقیات کے ساتھ ساتھ اس کا فیضان علم بھی درخشاں و تاباں رہے' اور یہ خدمت علماء حق کے سپرد ہو' یہی وہ حقیقت ہے جس کو کلام معجز نظام نے اس انداز میں بیان کیا ہے:

"اگر تم کسی معاملہ میں اختلاف کرو تو اس اختلاف کو اللہ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب رجوع کرو۔"

ظاہر ہے کہ اگر نبوت و رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچ کر کامل نہ ہوتی اور اس کا سلسلۂ کمال نبوت ہی کی شکل میں آگے بڑھتا رہتا تو یہ نہ کہا جاتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب یعنی ان کے ارشادات حق کی جانب رجوع کرو بلکہ خطاب یہ ہوتا کہ تم اللہ کی جانب اور جو نبی تم میں موجود ہو اس کی جانب رجوع کرو' اس لئے نبوت و رسالت کو ظل و بروز کی اصطلاحوں کی آڑ میں باقی رکھنے کی کوشش کرنا قانون فطرت اور دین حق کے صریح خلاف اور باطل ہے' چنانچہ اس حقیقت کو نمایاں کرنے کے لئے قرآن حکیم نے کئی جگہ مختلف معجزانہ خطابت کو اختیار کیا ہے' ایک جگہ ارشاد ہے:

"اور میری جانب اس قرآن کی وحی کی گئی تاکہ اس کے ذریعہ میں تم کو (بری باتوں سے) ڈراؤں اور ان تمام لوگوں کو بھی جن کو رہتی دنیا تک یہ قرآن پہنچے۔"

(سورۂ انعام)

اور دوسری جگہ ہے:

"اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر۔"

(سورۂ انبیاء)

اور ایک جگہ ہے:

"اللہ وہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کرے اور اللہ اس کے لئے بطور گواہ کافی ہے۔" (سورۂ فتح)

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

"اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور ان کی اطاعت کرو جو تم میں سے اولی الامر ہیں۔" (سورۂ نساء)

اس آیت میں صاف طور پر یہ کہہ دیا گیا ہے

کہ اب انسانی رُشد و ہدایت کے لئے صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اب کسی نبی و رسول کی اطاعت کا سوال نہیں ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا آخری طریقہ یہ ہے کہ تم میں سے جو صاحب امر ہوں (علماؑ، مجتہدینؑ خلفاؑ حق) ان کی پیروی کرو۔

ان آیات بینات کے علاوہ قرآن حکیم نے جن آیات میں خدا کی کتابوں یا رسولوں پر ایمان لانے کی ہدایت کی ہے وہاں یہ کہہ کر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور قرآن اور اس سے قبل کی کتابوں پر ایمان لاؤ' اس حقیقت کو نمایاں کیا اور ابھارا ہے کہ جہاں تک پیغمبر اور کتاب اللہ پر ایمان لانے کا تعلق ذات اقدس' قرآن حکیم اور اس سے قبل کے نبیوں' رسولوں اور کتابوں کا ہے اور یہ صرف اس لئے کہ یہ سلسلہ آگے بشکل نبوت و رسالت اور وحی الٰہی نہیں چلے گا بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہی بہ حد کمال پہنچ کر قیامت تک بلا فصل باقی اور جاری رہے گی اور قرآن حکیم کامل و مکمل دستور ہدایت بن کر ہمیشہ اس کے لئے زندہ شہادت دے گا۔

حق تعالیٰ کی جانب سے "خاتم النبیین" کا جو منصب جلیل ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا ہے' عقل و نقل دونوں اعتبار سے ایک اور صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے اور وہ یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخر انبیاؑ و رسل ہیں اور نبوت و رسالت کا سلسلہ آپ پر پہنچ کر ختم ہو گیا۔

تاج العروس کے علاوہ تمام معتبر اور مشہور عربی لغات ناطق ہیں کہ "خاتم" بفتح "تا" ہو یا بہ کسرۂ "تا" "آخر شی" اس کے حقیقی معنی ہیں اور جب کسی شخصیت کے لئے بولا جائے تو "آخر القوم" مراد ہوتے ہیں۔ اس لئے آخر الانبیاؑ والرسل ہونا ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ خصوصیت ہے جس میں دوسرا کوئی شریک و سہیم نہیں۔

یہ درست ہے کہ خاتم بمعنی "مہر" بھی حقیقی معنی ہیں اور یہی نہیں' ان دونوں کے ماسوا اس لفظ کے چند اور معانی بھی حقیقی ہیں' لیکن اطلاقات ہی اس کو ظاہر کر سکتے ہیں کہ ان ہر دو حقیقی معنی میں سے کون سے معنی برمحل ہیں' مثلاً جب آپ ہاتھ میں انگشتری پہنے ہوئے ہوں اور اس پر آپ کا نام کندہ ہو' اس وقت اگر کہا جائے کہ "خاتمک فی انملک" تو اس وقت خاتم بمعنی "مہر" حقیقی معنی ہوں گے' لیکن اس لفظ خاتم کو اگر کسی انسان پر اطلاق کریں تو اس وقت خاتم بمعنی "آخر" حقیقی معنی ہوں گے اور خاتم القوم یا خاتم الانبیاؑ تب ہی صحیح ہوگا کہ آنے والا شخص قوم کا آخری فرد یا نبیوں کا آخری نبی ہو' اور اس حقیقی اطلاق کی موجودگی میں مجازی معنی تب ہی قابل اعتبار ہوں گے کہ یا حقیقی معنی اس مقام پر ناممکن الاستعمال ہوں اور یا مجازی معنی حقیقی معنی سے مغائر و متضاد نہ ہوں بلکہ اس کے ساتھ پوری مطابقت رکھتے ہوں۔

تب یہ بات واضح اور صاف ہے کہ اگر کوئی شخص بلاغت قرآن اور اعجاز نظم قرآنی کے خلاف بلکہ عربیت کے عام اصول کے خلاف آیت کریمہ "خاتم النبیین" میں خاتم کے حقیقی معنی ترک کر کے بلحاظ اطلاق مجازی معنی "مہر" کے لیتا ہے' تب بھی مجازی معنی اور مفہوم وہی صحیح اور لائق توجہ ہو سکتے ہیں جو حقیقی معنی "آخر" سے متبائن اور متخالف نہ ہوں اور "نبیوں کی مہر" کا یہ مطلب ہوگا کہ جس طرح کسی تحریر یا کسی شے کے ختم پر "مہر" اس لئے لگائی جاتی ہے کہ اس پر تحریر یا شے کا اختتام ہو گیا اور اب کسی بھی اضافے کی گنجائش باقی نہیں رہی' اسی طرح ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انبیاؑ و مرسلین کے سلسلہ کے لئے "مہر" ہیں کہ آپ کے بعد اب فہرست انبیاؑ و رسل میں کسی اضافہ کی گنجائش نہیں رہی اور اس سلسلہ پر مہر لگ گئی' اور جس طرح کاغذ یا لفافہ پر مہر ثبوت ہے اس امر کا کہ اب اس کے بعد کسی مضمون یا لفظ و جملہ کی توقع عبث ہے' اسی طرح نبیوں کی مہر اس کے لئے کھلی دلیل ہے کہ اب کسی اضافہ کی توقع محال ہے۔

پس "مہر" بہ اطلاق مجاز کے اس مفہوم کو چھوڑ کر اگر کسی خاص مزعومہ کی بنا پر یہ معنی مراد ہوں کہ ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے لئے مہر ہیں کہ جس طرح کوئی کاغذ یا تحریر جب ہی مستند ہوتی ہے کہ اس پر ذمہ دار شخصیت کی مہر ثبت ہو' اس طرح کوئی نبی "نبی یا رسول" نہیں بن سکتا جب تک آپ اس کے لئے مہر تصدیق نہ بن جائیں' تو یہ مراد دو وجہ سے باطل ہے' اول اس لئے کہ یہ مفہوم حقیقی معنی "آخر" کے متضاد و متبائن ہے' دوم اس لئے کہ ہزاروں یا لاکھوں انبیاؑ علیہم السلام جو ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت سے قبل اس کائنات ارضی پر مبعوث ہو چکے' اپنی اپنی امت کے زمانہ میں ان کی نبوت غیر مستند اور ناقابل قبول رہی' اس لئے کہ ان کی نبوت تصدیق کنندہ "مہر" ان کی بعثت سے ہزاروں یا سینکڑوں برس کے بعد آئی جبکہ وہ اپنے اپنے فرض منصبی سے سبکدوش ہو چکے' تو اب بے سود و بے فائدہ' اور اگر یہ مراد ہے کہ آپ کے بعد جو نبی آئیں گے ان کے لئے آپ "مہر" ہیں' تو یہ ترجیح بلا مرجح کیوں؟ کہ ہزاروں لاکھوں انبیاؑ و رسل کے لئے تو مہر نہ بنے

اور بعد میں آنے والوں کے لئے "مہر" قرار پائے اور اگر یہ مطلب ہے کہ اگلوں اور پچھلوں سب ہی انبیاء و رسل کے لئے مہر تصدیق ہیں تب بھی اگلوں کے لئے مہر ہونا بے کار رہا کہ ان کا وقت نبوت گزر جانے کے بعد مہر تصدیق پہنچی۔

علاوہ ازیں یہ احتمالات خود ساختہ اور ظنی ہیں اور کسی ایک احتمال کے یقینی ہونے کی بھی قرآن میں صراحت موجود نہیں ہے' تو پھر حقیقی اطلاق کے ترک اور حقیقی سے مطابق مجازی مفہوم سے روگردانی کے بعد ایسے احتمالات جو حقیقی مفہوم کا حق نہ ادا کرتے ہوں' باطل نہیں تو اور کیا ہیں؟

پھر یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ قرآن کا حکیمانہ طریق استدلال یہ ہے کہ وہ ایک مقام پر جو بات کہنا چاہتا ہے' اس کو متعدد جگہ مختلف اسالیب بیان کے ساتھ اس طرح ادا کرتا ہے کہ ایک آیت دوسری آیت کی خود ہی تفسیر بن جاتی ہے اور حقیقت حال روشن ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ اس حقیقت کو مفسرین نے اس طرح ادا کیا ہے کہ "القرآن یفسر بعضه بعضا" یعنی قرآن کا بعض حصہ دوسرے بعض حصہ کی خود تفسیر کر دیتا ہے' چنانچہ یہی صورت حال یہاں بھی موجود ہے' وہ یہ کہ قرآن حکیم اسلام کی خوبی بیان کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے:

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین کی حیثیت میں پسند کر لیا۔"

آیت کریمہ کو ایک مرتبہ خوب غور سے پھر پڑھئے اور پھر دیکھئے کہ اس جگہ نہ "خاتم" ہے اور نہ "خاتم" کہ اس کو معرض بحث میں لا کر خود ساختہ احتمالات پیدا کر لئے جائیں' بلکہ یہاں صاف صاف کہا گیا ہے کہ جو دین اسلام وجود انسانی کے ساتھ ساتھ رشد و ہدایت کا مرکز بنا ہوا ہے' اس کو آج "کامل" اور اس نعمت دین کو تمام کر دیا گیا' اور ظاہر ہے کہ "کامل" کا مقابل "ناقص" اور "تمام" کا متوازی "ناتمام' ادھورا" ہوتا ہے یعنی ایک چیز آہستہ آہستہ ترقی پذیر تھی اور رفتہ رفتہ اس حد پر پہنچ گئی' جس کے بعد اب ترقی کا خاتمہ ہے' اس لئے کہ وہ کامل و مکمل ہو کر سامنے آ گئی' جس کے بعد ناقص یا ناتمام کے دہرانے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔

سو اگر یہ صحیح ہے کہ اسلام دور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچ کر ہی کامل اور تمام ہوا ہے تو بلاشبہ آیت کریمہ "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" کے یہی معنی صحیح ہو سکتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی دین کے پیغامبر ہیں جو کائنات انسان کی ابتداء سے ہی رشد وہدایت انسانی کا فرض انجام دے رہا ہے اور خدا کا پسندیدہ ہے "ولکن رسول اللہ" اور انسانیت کی مادی ترقی کے ساتھ ساتھ وہ بھی روحانی مدارج ارتقاء طے کرتے ہوئے آج "کامل" اور "تمام" ہو گیا' اور اب نئے پیغامبر کی بھی ضرورت خود بخود باقی نہیں رہی اور رہتی دنیا تک یہی کامل پیغام اور پیغامبر انسانی دنیا کے لئے کافی اور بس ہے "وخاتم النبیین"۔

لہٰذا حقیقی اطلاق لیجئے یا مجازی "خاتم" کے معنی اور مفہوم میں "آخر" ہونے کا تصور غیر منفک اور لازم ہے اور اس کے خلاف جو کچھ بھی ہے' وہ باطل ہے۔

آیت کریمہ کا شان نزول اگرچہ ایک خاص واقعہ سے تعلق رکھتا ہے لیکن اپنے مفہوم و معنی کے لحاظ سے ہمہ گیر اور غیر موقت ہے اور عربیت اور نقل و روایات دونوں لحاظ سے ایک ٹھوس حقیقت کا اظہار کرتی ہے۔

اس آیت کے تین حصے ہیں' ایک میں کہا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہے' اس لئے کہ آپ کی اولاد ذکور حیات مستعار کو پورا کر چکی اور آپ صلبی بیٹا نہیں رکھتے اور اسلام میں لے پالک "متبنٰی" بے معنی رسم ہے اور اس سے دوسرے کا بیٹا گود لینے والے کا بیٹا نہیں بن جاتا اور اس کے احکام حاصل نہیں کر لیتا' تو ایسی شکل میں زید (رضی اللہ عنہ) کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا کہنا ہر طرح غلط ہے "ما کان محمد ابا احد من رجالکم" مگر اس سے یہ احساس پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ جب آپ مردوں میں سے کسی کے صلبی باپ نہیں ہیں تو امت کے ساتھ کسی طرح آپ کو شفقت پدری ہو سکتی ہے؟ حالانکہ امم سابقہ و سالفہ میں انبیاء و رسل اپنی اپنی امتوں کے بیشتر صلبی باپ بھی رہے ہیں اور روحانی باپ بھی' یہ احساس اس لئے نہیں ہونا چاہئے کہ اگرچہ آپ امت مرحومہ کے صلبی باپ نہیں ہیں تو نہ ہوں مگر روحانی باپ تو ہیں' جیسا کہ ہمیشہ انبیاء و رسل اپنی اپنی امتوں کے روحانی باپ ہوتے ہیں' بلکہ روحانی باپ کا رشتہ و رابطہ تو صلبی باپ سے بھی ہزار ہا درجہ بڑھ چڑھ کر ہے کیونکہ وہ مادی و روحانی دونوں تربیتوں کا کفیل و مربی ہے' اس لئے دوسرے نبیوں اور رسولوں کی طرح آپ بھی خدا کے رسول ہیں' "ولکن رسول اللہ" یہ آیت کا دوسرا حصہ ہے۔

پھر بات اسی حد پر پہنچ کر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ امت مرحومہ کے لئے اس سے بھی بلند و بالا یہ بشارت ہے کہ آپ سے قبل جس قدر بھی روحانی باپ (انبیاء و رسل) گزرے ہیں' علی قدر مراتب ان میں امت

کے لئے شفقت و رحمت کا جذبہ محدود رہا ہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے گزر جانے کے بعد دوسرا روحانی باپ (نبی یا رسول) مبعوث ہو کر امت پر میری ہی طرح یا مجھ سے زیادہ شفقت و تربیت کا حق ادا کرنے والا ہے لیکن ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان رفیع ہے کہ آپ صرف اللہ کے رسول ہی نہیں ہیں بلکہ آخر الانبیاء والرسل ہیں، جن کے بعد کسی نبی اور رسول کی بعثت کی ضرورت نہیں رہی، اس لئے کہ دین کامل ہو گیا اور خدا کی نعمت پوری ہو گئی، ایسی صورت میں تم اندازہ کر سکتے ہو کہ اس کی شفقت و رحمت کا کیا ٹھکانا ہوگا، جو مربی یہ سمجھتا ہو کہ اب اگلوں کی طرح اس کے بعد دوسرا کوئی مربی آنے والا نہیں ہے کہ امت پر اپنی رحمت نچھاور کرے اب تو رہتی دنیا تک اس کی آغوش تربیت وا رہے گی اور اسی کی نبوت و رسالت کا غیر منقطع سلسلہ جاری رہے گی۔ "وخاتم النبین"

خلاصہ یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک اس خصوصی امتیاز کی حامل ہے کہ اس کی بعثت کے بعد کسی نبی یا رسول کی بعثت کی حاجت باقی نہیں رہی اور اس طرح یہ حقیقت بھی روشن ہو گئی کہ ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کے باعث نہیں ہیں کہ انہوں نے نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا بلکہ جب خدا تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اب یہ سلسلۂ نبوت و رسالت اس ارتقائی منزل پر پہنچ گیا ہے کہ آخری پیغام بن کر کامل و تمام ہو جائے تو ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے اس کے لئے چن لیا اور بلاشرکت غیرے ان کو یہ منصب عظمیٰ عطا فرمایا: "وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔"

پھر کسی نادان کا یہ کہنا کہ اگر آپ آخر الانبیاء والرسل ہیں تو یہ آپ کی منقبت نہیں بلکہ نقص ہے کہ آپ اس رحمت کے لئے سد باب ثابت ہوئے جو نبوت و رسالت کے عنوان سے جاری تھی، اس نادان کا یہ خیال اسی طرح فاسد ہے جس طرح اس شخص کا خیال، جس نے ایک محفل میں شرکت کی اور دیکھا کہ جو معزز مہمان بھی آتا ہے اس کا پرجوش استقبال ہوتا ہے اور اس سے محفل کی رونق میں اضافہ ہوتا جاتا ہے مگر جب اس نے یہ دیکھا کہ ایک شخص ایسا بھی آ پہنچا جس کو سب نے حاصل محفل سمجھ کر نہ صرف پرجوش استقبال ہی کیا بلکہ تمام محفل کا سرتاج کہا اور اس کے بعد محفل اپنا کام کر کے ختم ہو گئی، تو یہ نادان بہت کڑھا اور پچھتانے لگا کہ کاش یہ حاصل محفل نہ بنتا اور محفل اسی طرح بھی سجائی رہتی اور مہمانوں کی آمد کا یہ سلسلہ یونہی جاری رہتا۔ ٹھیک اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاء ورسل ہونے پر یہ نادان اپنے فساد خیال کا اظہار کر رہا ہے اور باطل تاویلات کے درپے ہو رہا ہے "یضل بہ من یشاء ویھدی بہ من یشاء"۔

قرآن عزیز نے اکثر مقامات پر "نبی" اور "رسول" کے ایک ہی معنی لئے ہیں جس کو اردو میں پیغمبر سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن خاص خاص مقامات پر وہ نبی اور رسول میں فرق بھی کرتا ہے۔ اس فرق کو علماء اسلام نے یوں ظاہر کیا ہے کہ "نبی" عام ہے اور "رسول" خاص، یعنی خدائے تعالیٰ جس شخصیت کو ہم کلامی کا شرف عطا فرماتے ہیں وہ "نبی" کہلاتا ہے کیونکہ لغت میں "نبی" خبر دینے والے کو کہتے ہیں، گویا جو شخص خدا سے براہ راست لے کر بندگان خدا کو اس کے احکام کی خبر دے وہ نبی ہے، قطع نظر اس امر کے کہ اس کو جدید کتاب یا جدید شریعت عطا کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو لیکن جب خدا نے ہم کلامی کے منصب کے ساتھ ساتھ اس شخصیت کو "کتاب جدید" یا "شریعت جدیدہ" بھی عطا کی ہو تو اس کو "رسول" کہتے ہیں۔ چنانچہ اس مقام پر قرآن حکیم نے اس فرق و امتیاز کو معجزانہ اسلوب کے ساتھ ظاہر کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ جہاں تک گزشتہ انبیاء و رسل کی فہرست کا تعلق ہے، اس فہرست میں آپ کا منصب صرف "نبی" ہی نہیں بلکہ "رسول" ہے اور خود قرآن اس کے لئے شہادت جاوید ہے اور جبکہ وہ پیغام الٰہی کے سلسلہ میں آخری پیغامبر ہیں، تو اس جگہ یہ یقین کر لینا چاہئے کہ وہ صرف مصطفیٰ رسولوں کے ہی آخر نہیں ہیں بلکہ سرتاسر سلسلۂ نبوت کے لئے "آخر" ہیں تاکہ ظاہر ہو جائے کہ جب وہ خاتم الانبیاء ہیں تو خاتم الرسل بدرجہ اولیٰ واتم ہیں کیونکہ جب عام ہی کا وجود مفقود ہے تو خاص کا وجود کس طرح کتم عدم سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ "وخاتم النبین" اور اسی نمایاں حقیقت کو خود ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل صحیح حدیث میں برہان قاطع کے طور پر ظاہر کیا ہے "لا نبی بعدی" میرے بعد اب کسی نبی کی بعثت نہیں ہے "ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی" بلاشبہ رسالت اور نبوت دونوں ختم ہو گئے، پس میرے بعد نہ رسول ہے اور نہ نبی "ختم بی الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام" مجھ پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ کا خاتمہ ہو گیا "انا العاقب الذی لیس بعدہ نبی" میرا نام عاقب ہے جس کے بعد نبی کی بعثت نہیں ہے "وختم بی النبیون" اور مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

(مسند احمد، ترمذی، مسلم و بخاری وغیرہا)

☆☆............☆☆

آخری قسط

منصب نبوت اور درجہ صحابیت

مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

۵......اور سب سے آخری بات یہ کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ عاطفت میں آخرت کی ہر عزت سے سرفراز کرنے اور ہر ذلت و رسوائی سے محفوظ رکھنے کا اعلان فرمایا گیا:

"یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ نورھم یسعٰی بین ایدیھم وبایمانھم"

ترجمہ: "جس دن رسوا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ نبی کو اور جو مومن ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے۔"

اس قسم کی بیسیوں نہیں سینکڑوں آیات میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل و مناقب مختلف عنوانات سے بیان فرمائے گئے ہیں' اور اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دین کے سلسلۂ سند کی یہ پہلی کڑی اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ حضرات کی جماعت (معاذ اللہ) ناقابل اعتماد ثابت ہو' ان کے اخلاق و اعمال میں خرابی نکالی جائے اور ان کے بارے میں یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ دین کی علمی و عملی تدبیر نہیں کر سکے تو دین اسلام کا سارا ڈھانچہ ہل جاتا ہے اور خاکم بدہن رسالت محمدیہ مجروح ہو جاتی ہے۔

دنیا کا ایک معروف قاعدہ ہے کہ اگر کسی خبر کو رد کرنا ہو تو اس کے راویوں کو جرح و قدح کا نشانہ بناؤ' ان کی سیرت و کردار کو ملوث کرو' اور ان کی ثقاہت و عدالت کو مشکوک ثابت کرو' صحابہ کرامؓ چونکہ دین محمدی کے سب سے پہلے راوی ہیں' اس لئے چالاک فتنہ پردازوں نے جب دین اسلام کے خلاف سازش کی اور دین سے لوگوں کو بدظن کرنا چاہا تو ان کا سب سے پہلا ہدف صحابہ کرامؓ تھے۔ چنانچہ تمام فرق باطلہ اپنے نظریاتی اختلاف کے باوجود جماعت صحابہ کو ہدف تنقید بنانے میں متفق نظر آتے ہیں۔ ان کی سیرت و کردار کو داغدار بنانے اور ان کی شخصیت کو نہایت گھناؤنے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی' ان کے اخلاق و اعمال پر تنقیدیں کی گئیں' ان پر مال و جاہ کی حرص میں احکام خداوندی سے پہلوتہی کرنے کے الزامات دھرے گئے' ان پر خیانت' غصب' کنبہ پروری اور اقرباء نوازی کی تہمتیں لگائی گئیں' اور غلو و انتہا پسندی کی حد ہے کہ جن پاکیزہ ہستیوں کے ایمان کو حق تعالیٰ نے معیار قرار دے کر ان جیسا ایمان لانے کی لوگوں کو دعوت دی: "امنوا کما امن الناس" انہی کے ایمان و کفر کا مسئلہ زیر بحث لایا گیا' اور تکفیر و تفسیق تک نوبت پہنچا دی گئی' جن جانبازوں نے دین اسلام کو اپنے خون سے سیراب کیا تھا' انہی کے بارے میں چیخ چیخ کر کہا جانے لگا کہ وہ اسلام کے اعلیٰ معیار پر قائم نہیں رہے تھے' جن مردان خدا کے صدق و امانت کی خدا تعالیٰ نے گواہی دی تھی:

"یہ وہ "مرد" ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا جو عہد انہوں نے اللہ تعالیٰ سے باندھا' بعض نے تو جان عزیز تک اسی راستہ میں دے دی اور بعض (بے چینی سے) اس کے منتظر ہیں' اور ان کے عزم و استقلال میں ذرا تبدیلی نہیں ہوئی۔"

انہی کے حق میں بتایا جانے لگا کہ نہ وہ صدق و امانت سے موصوف تھے' نہ اخلاص و ایمان کی دولت انہیں نصیب تھی' جن مخلصین نے اپنے بیوی بچوں کو' اپنے گھر بار کو' اپنے عزیز و اقارب کو اپنے دوست احباب کو' اپنی ہر لذت و آسائش کو' اپنے جذبات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا تھا' انہی کو یہ طعنہ دیا گیا کہ وہ محض حرص و ہوا کے غلام تھے' اور اپنے مفاد کے مقابلے میں خدا اور رسول کے احکام کی انہیں کوئی پروا نہیں تھی۔

لقد جئتم شیئاً ادًا.

ظاہر ہے کہ اگر امت کا معدہ ان بے ہودہ نظریات کی مردود کو بھی قبول کر لیتا اور ایک بار بھی صحابہ کرام امت کی عدالت میں مجروح قرار پاتے تو دین کی پوری عمارت گر جاتی' قرآن کریم اور احادیث

نبوت سے ایمان اٹھ جاتا اور یہ دین، جو قیامت تک رہنے کے لئے آیا تھا ایک قدم آگے نہ چل سکتا، مگر یہ سارے فتنے جو بعد میں پیدا ہونے والے تھے، علم الٰہی سے اوجھل نہیں تھے اس کا اعلان تھا:

"واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون"

ترجمہ: "اور اللہ اپنا نور پورا کرکے رہے گا خواہ کافروں کو کتنا ناگوار ہو۔"

یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے بار بار مختلف پہلوؤں سے صحابہ کرام کا تزکیہ فرمایا۔ ان کی توثیق و تعدیل فرمائی اور قیامت تک کے لئے یہ اعلان فرمادیا:

"اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ"

ترجمہ: "یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے لکھ دیا ان کے دل میں ایمان اور مدد دی ان کو اپنی خاص رحمت سے۔"

ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بے شمار فضائل بیان فرمائے بالخصوص خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان ذی النورین، حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل کی تو انتہا کردی، جس کثرت وشدت اور تواتر وتسلسل کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب، ان کے مزاج وخصوصیات اور ان کے اندرونی اوصاف وکمالات کو بیان فرمایا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے علم میں یہ بات لانا چاہتے تھے کہ انہیں عام افراد امت پر قیاس کرنے کی غلطی نہ کی جائے، ان حضرات کا تعلق چونکہ براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہے، اس لئے ان کی محبت عین محبت رسول ہے، اور ان کے حق میں ادنیٰ لب کشائی ناقابل معافی جرم ہے۔ فرمایا:

"اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے صحابہ کرامؓ کے معاملہ میں، مکرر کہتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ تعالیٰ سے ڈرو میرے صحابہ کرامؓ کے معاملہ میں، ان کو میرے بعد ہدف تنقید نہ بنانا، کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی بنا پر، اور جس نے ان سے بدظنی کی تو مجھ سے بدظنی کی بنا پر، جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑ لے۔"

(ترمذی)

امت کو اس بات سے بھی آگاہ فرمایا گیا کہ تم میں سے اعلیٰ سے اعلیٰ فرد کی بڑی سے بڑی نیکی ادنیٰ صحابی کی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کا مقابلہ نہیں کرسکتی، اس لئے ان پر زبان تشنیع دراز کرنے کا حق امت کے کسی فرد کو حاصل نہیں۔ ارشاد ہے:

"میرے صحابہ کرامؓ کو برا بھلا نہ کہو (کیونکہ تمہارا وزن ان کے مقابلہ میں اتنا بھی نہیں جتنا پہاڑ کے مقابلہ میں ایک تنکے کا ہوسکتا ہے چنانچہ) تم میں سے ایک شخص احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کردے تو ان کے ایک سیر جو کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کے عشر عشیر کو۔" (بخاری ومسلم)

مقام صحابہ کرامؓ کی نزاکت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ امت کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ ان کی عیب جوئی کرنے والوں کو نہ صرف ملعون ومردود سمجھیں بلکہ برملا اس کا اظہار فرمایا:

"جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کرامؓ کو برا بھلا کہتے اور انہیں ہدف تنقید بناتے ہیں تو ان سے کہو: تم میں سے (یعنی صحابہ اور ناقدین صحابہ میں سے) جو برا ہے اس پر اللہ کی لعنت (ظاہر ہے کہ صحابہ کو برا کہنے والا ہی بدتر ہوگا)۔"

(ترمذی)

یہاں تمام احادیث کا استیعاب مقصود نہیں، بلکہ کہنا یہ ہے کہ ان قرآنی ونبوی شہادتوں کے بعد بھی اگر کوئی شخص حضرات صحابہ کرامؓ میں عیب نکالنے کی کوشش کرے تو اس بات سے قطع نظر کہ اس کا یہ طرز عمل قرآن کریم کے نصوص قطعیہ اور ارشادات نبوت کے انکار کے مترادف ہے، یہ لازم آئے گا کہ حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرائض بحیثیت منصب نبوت کے عائد کئے تھے اور جن میں اعلیٰ ترین منصب تزکیہ نفوس کا تھا، گویا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرض منصبی کی بجاآوری سے قاصر رہے اور تزکیہ نہ کرسکے، اور یہ قرآن کریم کی صریح تکذیب ہے، حق تعالیٰ تو ان کے تزکیہ کی تعریف فرمائے اور ہم انہیں مجروح کرنے میں مصروف رہیں، اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تزکیہ سے قاصر رہے تو گویا حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب صحیح نہیں فرمایا تھا (نعوذ باللہ) بات کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے انتخاب میں قصور نکلا تو اللہ تعالیٰ کا علم غلط ہوا۔ نعوذ باللہ من الغوایۃ والسفاھۃ۔ چنانچہ اہل ہوا کی بڑی جماعت کا دعویٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو "بداء" ہوتا ہے، یعنی اسے بہت سی چیزیں جو پہلے

معلوم نہیں تھیں بعد میں معلوم ہوتی ہیں اور اس کا پہلا علم غلط ہوجاتا ہے جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ تصور ہو رسول اور نبی کے صحابہ کرامؓ کا ان کے نزدیک کیا درجہ رہے گا؟

الغرض صحابہ کرامؓ پر تنقید کرنے ان کی غلطیوں کو اچھالنے اور انہیں مورد الزام ٹھہرانے کا قصہ صرف ان ہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ خدا اور رسول کتاب وسنت اور پورا دین اس کی لپیٹ میں آجاتا ہے اور دین کی ساری عمارت منہدم ہوجاتی ہے بعید نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں جو اوپر نقل کیا گیا ہے اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہو:

”جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے پکڑلے۔“

اور یہی وجہ ہے کہ تمام فرق باطلہ کے مقابلہ میں اہل حق کا امتیازی نشان صحابہ کرامؓ کی عظمت ومحبت رہا ہے۔ تمام اہل حق نے اپنے عقائد میں اس بات کو اجماعی طور پر شامل کیا ہے کہ:

”ونکف عن ذکر الصحابة الابخیر“

ترجمہ: ”اور ہم صحابہؓ کا ذکر بھلائی کے سوا کسی اور طرح کرنے سے زبان بند رکھیں گے۔“

گویا اہل حق اور اہل باطل کے درمیان امتیاز کا معیار صحابہ کرامؓ کا ”ذکر بالخیر“ ہے۔ جو شخص ان حضرات کی غلطیاں چھانٹتا ہو ان کو مورد الزام ٹھہراتا ہو اور ان پر سنگین اتہامات کی فرد جرم عائد کرتا ہو وہ اہل حق میں شامل نہیں ہے۔

جو حضرات اپنے خیال میں بڑی نیک نیتی اخلاص اور بقول ان کے وقت کے اہم ترین تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے قبائح صحابہ کو ایک مرتب فلسفہ کی شکل میں پیش کرتے ہیں اور اسے ”تحقیق“ کا نام دیتے ہیں انہیں اس کا احساس ہو یا نہ ہو لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس تسوید اوراق کا انجام اس کے سوا کچھ نہیں کہ جدید نسل کو دین کے نام پر دین سے بیزار کردیا جائے اور ہر ایرے غیرے کو صحابہ کرامؓ پر تنقید کی کھلی چھٹی دے دی جائے جنہیں نہ علم نہ عقل نہ فہم نہ فراست۔

اور یہ نرا اندیشہ ہی اندیشہ نہیں بلکہ کھلی آنکھوں اس کا مشاہدہ ہونے لگا ہے (الامان والحفیظ) کہا جاتا ہے کہ ”ہم نے کوئی نئی بات نہیں کہی بلکہ تاریخ کی کتابوں میں یہ سارا مواد موجود تھا ہمارا قصور صرف یہ ہے کہ ہم نے اسے جمع کردیا ہے“ افسوس ہے کہ یہ عذر پیش کرتے ہوئے بہت سی اصولی اور بنیادی باتوں کو نظرانداز کردیا گیا ہے ورنہ ادنیٰ تامل واضح ہوجاتا کہ ”صرف اتنا عذر طعن صحابہ کی وعید سے بچنے کے لئے کافی نہیں اور نہ وہ اتنی بات کہہ کر بری الذمہ ہوسکتے ہیں“۔

اولاً:...... قرآن کریم کے نصوص قطعیہ احادیث ثابتہ اور اہل حق کا اجماع صحابہ کی عیب چینی کی ممانعت پر متفق ہیں ان قطعیات کے مقابلہ میں ان تاریخی قصہ کہانیوں کا سرے سے کوئی وزن ہی نہیں۔ تاریخ کا موضوع ہی ایسا ہے کہ اس میں تمام رطب ویابس اور صحیح وسقیم چیزیں جمع کی جاتی ہیں صحت کا جو معیار ”حدیث“ میں قائم رکھا گیا ہے تاریخ میں وہ معیار نہ قائم رہ سکتا تھا نہ اسے قائم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے اس لئے حضرات محدثین نے ان کی صحت کی ذمہ داری اٹھانے سے انکار کردیا ہے حافظ عراقیؒ فرماتے ہیں:

ولیعلم الطالب ان السیرا
یجمع ما قد صح وما قد انکرا

”یعنی علم تاریخ وسیر صحیح اور منکر سب کو جمع کرلیتا ہے۔“

اب جو شخص کسی خاص مدعا کو ثابت کرنے کے لئے تاریخی مواد کو کھنگال کر تاریخی روایات سے استدلال کرنا چاہتا ہے اسے عقل وشرع کے تمام تقاضوں کو نظرانداز کرتے ہوئے صرف یہ دیکھ لینا کافی نہیں ہے کہ یہ روایت فلاں فلاں تاریخ میں لکھی ہے بلکہ جس طرح وہ یہ سوچتا ہے کہ یہ روایت اس کے مقصد ومدعا کے لئے مفید ہے یا نہیں؟ اسی طرح اسے اس پر بھی غور کرلینا چاہئے کہ کیا یہ روایت شریعت یا عقل سے متصادم تو نہیں؟ اس اصول کی وضاحت کے لئے یہاں صرف ایک مثال کا پیش کرنا کافی ہوگا:

آپ ”خلیفہ راشد“ اسے کہتے ہیں جو ٹھیک ٹھیک منہاج نبوت پر قائم ہو اور اس کا کوئی عمل اور کوئی فیصلہ منہاج نبوت کے اعلیٰ معیار سے ہٹا ہوا نہ ہو۔ اب آپ ایک صحابیؓ کو خلیفہ راشد تسلیم کرتے ہوئے اس پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ انہوں نے بلا کسی استحقاق کے مال غنیمت کا پورا خمس (۵ لاکھ دینار) اپنے فلاں رشتہ دار کو بخش دیا تھا۔ سوال یہ ہے کہ ”خلافت راشدہ“ اور منہاج نبوت یہی ہے جس کی تصویر اس افسانے میں دکھائی گئی ہے؟ اور آج کے ماحول میں اس روایت کو من وعن تسلیم کرنے سے کیا یہ ذہن نہیں بنے گا کہ خلافت راشدہ کا معیار بھی آج کے جائز حکمرانوں سے کچھ زیادہ بلند نہیں ہوگا جو اپنے رشتہ داروں کو روٹ پرمٹ اور امپورٹ لائسنس مرحمت فرماتے ہیں؟ اسی پر ان دوسرے الزامات کو قیاس کرلیجئے جو بڑی شان تحقیق سے عائد کئے گئے ہیں۔

ثانیاً:...... یہ تاریخی روایات آج یکایک نہیں اُبھر آئی ہیں بلکہ اکابر اہل حق کے سامنے یہ سارا موجود رہا ہے اور وہ اس کی مناسب تاویل و توجیہ کر چکے ہیں' جس سے معلوم ہوا کہ ان تاریخی واقعات کو بڑی آسانی سے کسی اچھے محمل پر محمول کیا جاسکتا ہے' اب ایک شخص اُٹھتا ہے اور "بے لاگ تحقیق" کے شوق میں ان کے ایسے محمل تلاش کرتا ہے جس سے صحابہ کرامؓ کی صریح تنقیص اور ان کی سیرت و کردار کی گراوٹ مفہوم ہوتی ہے' تو کیا اس کے بارے میں یہ حسن ظن رکھا جائے کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں وہ "حسن ظن رکھتا ہے"؟

اور عجیب بات یہ کہ جب اس کے سامنے اکابر اہل حق کے طرز تحقیق کا حوالہ دیا جاتا ہے تو ان حضرات کو "وکیل صفائی" کہہ کر ان کی تحقیقات کو قابل التفات نہیں سمجھتا' غالباً یہ دنیا کی نرالی عدالت ہے جس میں "وکیل استغاثہ" کے بیان پر یکطرفہ فیصلہ دیا جائے اور "وکیل صفائی" کے بیانات کو اس جرم میں نظر انداز کردیا جائے کہ وہ کسی مظلوم کی طرف سے صفائی کا وکیل بن کر کیوں کھڑا ہوگیا ہے' اور قرآن و سنت کے جن نصوص کا حوالہ دیا گیا' اور اہل حق کے جس اجماعی فیصلہ کا ذکر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوگا کہ صرف حافظ ابن تیمیہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ ہی نہیں' بلکہ خدا اور رسول اور پوری امت کے اہل حق' صحابہ کرامؓ کے "وکیل صفائی" ہیں' اب یہ فیصلہ کرنا ہر شخص کی اپنی صوابدید پر موقوف ہے کہ وہ وکیل صفائی کی صف میں شامل ہونا پسند کرتا ہے یا وکیل استغاثہ کی صف میں؟

ثالثاً:...... ان تاریخی روایات کے متفرق جزئی واقعات کو چن چن کر جمع کرنا' انہیں ایک مربوط فلسفہ بنا ڈالنا' جزئیات سے کلیات اخذ کر لینا اور ان پر ایسے جلی اور چبھتے ہوئے عنوانات جمانا جنہیں آج کی چودھویں صدی کا فاسق سے فاسق بھی اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہیں کرے گا' یہ نہ تو دین و ملت کی کوئی خدمت ہے' نہ اسے اسلامی تاریخ کا صحیح مطالعہ کہا جاسکتا ہے' البتہ اسے "تاریخ سازی" کہنا بجا ہوگا۔

بقول سعدیؒ: "ولیکن قلم در کف دشمن است"

میں پوچھتا ہوں کیا کوئی ادنیٰ مسلمان اپنے بارے میں یہ سننا پسند کرے گا کہ اس نے خدائی دستور کو بدل ڈالا؟ اس نے بیت المال کو گھر کی لونڈی بنالیا؟ اس نے مسلمانوں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آزادی سلب کرلی؟ اس نے عدل و انصاف کی مٹی پلید کر ڈالی؟ اس نے دیدہ و دانستہ نصوص قطعیہ سے سرتابی کی؟ اس نے خدائی قانون کی بالاتری کا خاتمہ کر ڈالا؟ اس نے اقرباپروری و خویش نوازی کے ذریعہ لوگوں کی حق تلفی کی؟

کیا کوئی معمولی قسم کا متقی اور پرہیزگار آدمی ان جگر پاش اتہامات کو ٹھنڈے دل سے برداشت کرے گا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں' تو کیا صحابہ کرامؓ ہم نالائقوں سے بھی گئے گزرے ہوگئے؟ کہ ایک دو نہیں' بلکہ قبائح اور اخلاقی گراوٹ کی ایک طویل فہرست ان کے نام جڑ دی جائے' پھر بے لاگ تحقیق کے نام سے اسے اچھالا جائے' اور روکنے اور ٹوکنے کے باوجود اس پر اصرار کیا جائے۔

کیا صحابہ کرامؓ کی عزت و حرمت یہی ہے؟ کیا اسی کا نام صحابہ کرامؓ کا "ذکر بالخیر" ہے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز صحابہ کرامؓ اسی احترام کے مستحق ہیں؟ کیا ایمانی غیرت کا یہی تقاضا ہے؟ کیا مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھول جانا چاہئے:

"جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو بُرا بھلا کہتے ہیں تو ان کے جواب میں یہ کہو: تم میں سے (یعنی صحابہ کرام اور ان کے ناقدین میں سے) جو بُرا ہو اس پر اللہ کی لعنت۔" (ترمذی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ بعد کی امت کے لئے حق و باطل کا معیار ہیں' انہیں معیت نبوی کا جو شرف حاصل ہوا' اس کے مقابلے میں کوئی بڑی سے بڑی فضیلت ایک ہو کے برابر بھی نہیں' کسی بڑے سے بڑے ولی اور قطب کو ان کی خاک پا بننے کا شرف حاصل ہوجائے تو اس کے لئے مایہ صد افتخار ہے' اس لئے امت کے کسی فرد کا' خواہ وہ اپنی جگہ مفکر دوراں اور علامہ زماں ہی کہلاتا ہو' ان پر تنقید کرنا قلبی زیغ کی علامت ہے: "ایاز! قدر خویش بشناس" یہ دنیا حق و باطل کی آماجگاہ ہے' یہاں باطل حق کا لبادہ اوڑھ کر آتا ہے' بسا اوقات ایک آدمی اپنے غلط نظریات کو صحیح سمجھ کر ان سے چمٹا رہتا ہے' جس سے رفتہ رفتہ اس کے ذہن میں کجی آجاتی ہے' اور بالآخر اس سے صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط سمجھنے کی استعداد ہی سلب ہوجاتی ہے' اور یہ بڑی خطرناک بات ہے' اہل حق و تحقیق کی یہ شان نہیں کہ وہ "میں یہ سمجھا ہوں" کی بر خود غلط فہمی میں مبتلا ہوں اور جب انہیں اخلاص و خیر خواہی سے تنبیہ کی جائے تو تاویلات کا "ضمیمہ" لگانے بیٹھ جائیں' اہل حق کی شان تو یہ ہے کہ اگر ان کے قلم و زبان سے کوئی نامناسب لفظ نکل جائے تو تنبیہ کے بعد فوراً حق کی طرف پلٹ آئیں۔ حق تعالیٰ جل ذکرہ ہمیں اور ہمارے تمام مسلمان بھائیوں کو ہر زیغ و ضلال سے محفوظ فرمائے اور اتباع حق کی توفیق بخشے۔

☆☆..........☆☆

حضرت حسین رضی اللہ عنہ

مولانا محمد اسمٰعیل عارفی

گلشن اسلام شہدائے دین' غازیان ملت اور مجاہدین اسلام کے قیمتی خون سے پروان چڑھا ہے' اس کی آبیاری میں پانی کو نہیں بلکہ جاں نثاروں کے خون کو دخل ہے' دین حنیف کی عظمت وصداقت اور تبلیغ واشاعت کو اوج ثریا تک پہنچانے کے لئے فرزندان اسلام مسلسل قربانیاں دیتے چلے آرہے ہیں۔ انہوں نے اپنے نفس وجان اور متاع ومال تک کی قربانی دے کر اسلام کے اصول عقائد' اساس اعمال اور نظریات وفروعات کو پوری دیانت کے ساتھ ہر قیمت پر زندہ رکھا ہے' یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام کا ہر ورق شہادت وشجاعت' جہاد وقتال اور حق گوئی وبے باکی کے واقعات سے بھرا پڑا ہے' ان محسنین امت اور مخلصین ملت میں نواسہ رسول' جگر گوشہ بتول' نوجوانان جنت کے سردار' شہید راہ حق' سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔

ولادت باسعادت:

بعض حضرات نے حضرت حسینؓ کی ولادت ۶ ہجری بتلائی ہے' لیکن امام فن رجال حافظ ابن حجر عسقلانی نے "الاصابہ" میں اس امر کی تحقیق فرمائی ہے کہ سیدنا حسینؓ کی پیدائش ماہ شعبان ۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اس حساب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت آپ کی عمر مبارک چھ سال چھ ماہ بارہ دن ہوئی' آپؓ کی ولادت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ حضرت ام فضلؓ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کی اہلیہ تھیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے' جس سے دل افسردہ ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیا خواب ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپؐ کے جسد اطہر سے ٹکڑا کاٹا گیا اور میری گود میں ڈال دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شاداں وفرحاں ہوئے اور چہرہ مبارک خوشی سے دمکنے لگا۔ فرمایا: اے ام فضل! یہ تو بڑا مبارک خواب ہے' جس کی تاویل یہ ہے کہ انشاء اللہ فاطمہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور تمہارے ہاں پرورش پائے گا' چنانچہ اس خواب کے بعد سیدۃ النساء حضرت فاطمہؓ کے ہاں حضرت حسینؓ پیدا ہوئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعبیر کا مظہر اتم تھے۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب المناقب)

علو نسب' عظمت حسب:

سیدنا حسینؓ کا نسب اتنا اعلیٰ اور بے مثل ہے کہ ان کے حقیقی بہن بھائیوں کے سوا دنیا میں کسی اور کو یہ شان رفعت حاصل نہیں' غور کیجئے! آپؓ کے نانا ہادی عالم' سرور کونین' فخر موجودات' محسن دوجہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' آپؓ کی نانی ام المومنین' سیدۂ کائنات' حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں' جن کو اللہ جل مجدہ عرش بریں سے سلام بھیجتے ہیں اور جن کو جنت میں بہترین محل کی بشارت ہے۔ (بخاری ومسلم ابواب المناقب)

آپؓ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمۃ الزہرۃؓ ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "سیدة النساء اھل الجنة" کے اعزاز سے سرفراز فرمایا' آپؓ کے والد ماجد سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں جن کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: "انا مدینة العلم وعلی بابھا" (میں علم وحکمت کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں)۔ کس قدر خوبصورت تشبیہ اور محمود پیرایہ بیان میں ان کی عظمت ومنقبت کو ظاہر کیا گیا ہے۔

دوسری حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

"یا علی! الا ترضی ان تکون منی بمنزلة ھارون من موسیٰ الا انه لیس نبی بعدی"۔ (بخاری)

یعنی اے علی! تمہارا تعلق مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ موسیٰؑ کا ہارونؑ سے' مگر مجھ پر ختم نبوت کا تاج سجایا جاچکا اور ختم رسالت کی دستار باندھی جاچکی'

میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

مندرجہ بالا باتوں سے آپؓ کے فضائل کا احاطہ تو نہیں ہو سکا' تاہم آپؓ کی شرافت نسبی خوب آشکارا ہو جاتی ہے' یہ تو تھا نسب' کردار وحسب کے آئینہ میں آپؓ اس سے بھی بڑھ کر خوبصورت ہیں۔

ولادت کے بعد:

حضرت حسینؓ کو جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ بہت مسرور ہوئے' آپؐ نے اپنے دہن مبارک میں کھجور چبا کر حضرت حسینؓ کے تالو میں لگائی اور برکت کے لئے اپنا لعاب بھی ان کے منہ میں ڈالا اور کانوں میں اذان و اقامت کہی۔ ولادت کے ساتویں دن آپؐ نے ہی حضرت حسینؓ کے سر کے بال منڈوائے' بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کی اور اسی دن ختنہ و عقیقہ بھی کیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام پیام تہنیت لائے' ریشمی کپڑے پر آپ کا نام حسینؓ نقش کر کے پیش کیا اور عرض کیا کہ ان کا نام حضرت ہارون کے صاحبزادہ کے نام پر حسین رکھا جائے' چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی نام تجویز فرمایا اور آپؓ کے برادر معظم کی طرح "سید شباب اھل الجنۃ" کی بشارت دی۔ آپؓ کی کنیت "ابوعبداللہ" اور لقب "سبط رسول' جگر گوشہ بتول" ہے' صورت و سیرت میں آپؓ اپنے نانا رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال مشابہت رکھتے تھے۔ (ترمذی)

شرف صحابیت:

بعض لوگوں نے حضرت حسینؓ پر خامہ فرسائی کر کے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا' حتیٰ کہ انہیں صحابیت کے سلسلۃ الذہب سے بھی خارج کر دیا' اور اس بارے میں محض اوہام وظنون کا سہارا لیا' حق یہ ہے کہ انہیں صحبت نبویؐ کا شرف بجا طور پر حاصل تھا' اور صرف رویت کی حد تک نہیں بلکہ روایت بھی ثابت ہے' ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسینؓ نے اپنے نانا' والدہ' والد اور حضرت عمرؓ سے احادیث روایت فرمائی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ص ۳۴۵ ج ۲)' ابن ماجہ اور صاحب الاستیعاب نے بعض کو نقل بھی کیا ہے۔

سیدنا حسینؓ لسان نبوت پر:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ حسین مجھ سے ہے یعنی میری اولاد سے ہے اور میں اس سے ہوں یعنی مجھے حسین سے خصوصی تعلق ہے' اللہ بھی اس سے محبت کرتا ہے جس سے حسنین محبت کریں' یہ دونوں میرے خاندان کے چشم و چراغ یا ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ (مجمع الزوائد)

دوسری حدیث میں ارشاد ہے' آپؐ فرماتے ہیں: اے اللہ! میں حسن و حسین سے محبت کرتا ہوں' آپ ان دونوں کو اپنا محبوب بنالیجئے اور ان لوگوں سے محبت فرمائیں جو ان سے بھی محبت رکھتے ہیں۔

(ترمذی باب المناقب)

ام فضلؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری دیکھے۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ میرے پاس ابھی جبریل امینؑ آئے اور بتایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگ میرے اس پیارے بیٹے کو شہید کر دیں گے۔ (بیہقی)۔ یہ اطلاع بذریعہ وحی ملی اور حرف بحرف پوری ہوئی' جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رلایا اور جن اشقیاء کے ہاتھ خون حسینؓ سے رنگین ہوئے' ان کے مقدر میں بھی سوائے آنسوؤں کے کچھ نہیں' یہ اس جرم کی دنیوی سزا ہے' اخروی انجام تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔

حسینؓ اور صحابہ کرامؓ:

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم حضرت حسینؓ کی بہت تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے اور آپؓ سے خصوصی عنایت و مہربانی کا معاملہ فرماتے تھے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے حضرات حسنینؓ کا وظیفہ اہل بدر کے برابر پانچ پانچ ہزار سالانہ مقرر فرمایا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ص ۳۶ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیت اللہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت حسینؓ نظر آئے' آپ کا چہرہ انور دیکھ کر انہوں نے محبانہ احساس اور والہانہ جذبے سے فرمایا کہ یہ (یعنی حسینؓ) اس وقت تمام مخلوقات ارضی میں سے آسمانی مخلوق (فرشتوں) کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت عباسؓ آپؓ کی رکاب پکڑ کر چلنے کو بہت بڑا انعام خداوندی تصور کرتے تھے۔ حضرت معاویہؓ خلیفہ بنے تو جب بھی حضرات حسنینؓ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو حضرت معاویہؓ ان کا خوب اکرام فرماتے' انہیں وظائف و تحائف دیتے اور "اھلاً وسھلاً" کے کلمات طیبات سے اظہار مسرت و فرحت فرماتے تھے۔ (البدایہ ص ۱۵۰ ج ۸)۔ الغرض یہ لوگ آپس میں شیروشکر اور "رحماء بینھم" کی عملی تفسیر تھے۔

شجاعت حسینؓ:

حضرت حسینؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلق کے ساتھ ساتھ روحانی نسبت بھی علی وجہ الکمال رکھتے تھے' بہت بڑے عابد' زاہد' متقی' مجاہد' شب بیدار اور غازی تھے۔ یہ آپؓ کی عسکری قابلیت ہی تھی کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے دور خلافت میں آپؓ کا وظیفہ مجاہدین بدر کے مساوی کر دیا تھا۔

عثمانی دور میں ۲۶ ہجری میں آپؓ نے لشکر اسلام میں شریک ہو کر طرابلس کی فتح میں عظیم الشان کردار ادا کیا اور افریقہ کی فتح میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ۳۰ ہجری میں حضرت سعید بن العاصؓ کے ساتھ مل کر آپؓ نے طبرستان اور جرجان کو فتح کیا۔ آپؓ نے خلیفہ راشد حضرت عثمان غنیؓ کی حفاظت کے لئے ان کے مکان کا پہرہ دیا اور بلوائیوں سے ان کی حفاظت کی۔ کربلا کا میدان اور کوفہ کے ریگزار ہی آپؓ کی سطوت وصولت' جرأت واستقامت اور استقلال و شجاعت کی شہادت دینے کے لئے کافی ہیں۔ اسلام کے شیدائی جب کٹنے پر آتے ہیں تو اپنے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کروا دیتے ہیں' اس میں انہیں جو لذت محسوس ہوتی ہے وہ دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ چیز میں بھی نہیں پائی جاتی' وہ ایک جہان سے دوسرے جہان کی طرف انتقال کرتے ہیں' وہ ظاہراً شکست ہی کیوں نہ کھا جائیں مگر اپنے لازوال جذبہ کی وجہ سے دائمی فلاح اور سرمدی صلاح سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔

شہادت:

اہل کوفہ نے آپؓ کو خطوط لکھے تھے جن میں بڑی شدومد کے ساتھ یہ لکھا تھا کہ اگر آپؓ ہمارے ہاں تشریف لا کر حکومت وقت کے ظلم وستم کا مقابلہ نہ کریں گے تو روز قیامت ہمارا ہاتھ ہوگا اور آپ کا گریبان۔ چنانچہ حضرت حسینؓ حق کی سربلندی اور ظلم کے خلاف جہاد کی غرض سے حجاز مقدس اور دیار حبیبؐ کو چھوڑ کر کوفہ کی طرف عازم سفر ہوئے مگر کوفیوں نے منافقانہ کردار ادا کیا اور آپؓ کو اور آپ کے ساتھیوں کو دشمن کے مقابلے میں بے یار ومددگار چھوڑ دیا' جس کے نتیجہ میں آپؓ دس محرم الحرام کو کربلا کے میدان میں ظلماً شہید کر دیئے گئے۔

دفتر ختم نبوت چناب نگر میں اہم اجلاس

چناب نگر (رپورٹ: مولانا غلام مصطفیٰ) دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مسلم کالونی' چناب نگر میں تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت حضرت مولانا محمد حسین صاحب چنیوٹی نے کی۔ تلاوت قاری محمد یار قادری نے کی۔ اجلاس کی غرض وغایت مولانا غلام مصطفیٰ خطیب جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی' چناب نگر نے بیان کی۔ علماء کرام نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ مولانا غلام مصطفیٰ پر حملہ کرنے والے قادیانیوں کو فوری طور پر گرفتار کیا جائے' قادیانیوں کی طرف سے بنائی گئیں چیک پوسٹیں فوری طور پر ختم کی جائیں' ان کے عقوبت خانے اور ٹارچر سیل فوری ختم کئے جائیں' جاسوسی کیمرے اتارے جائیں اور ناکہ بندی فوری ختم کی جائے۔ اجلاس میں شرکت کرنے والے علماء کرام میں مولانا مسعود احمد سروری (جمعیت علماء پاکستان)' قاری محمد یار قادری' مولانا محمد مغیرہ' مولانا محمد حسین چنیوٹی' مولانا غلام مرتضیٰ (جمعیت اشاعت التوحید والسنہ) مولانا خان عابد حسین' مولانا قاری محمد ایوب (جماعت اہلحدیث) مولانا ملک خلیل احمد' مولانا ثناء اللہ' ڈاکٹر محمد ریاض شاہد (جماعت اسلامی) مولانا اللہ یار' مولانا طارق شاہین' مولانا متین نذیر' مولانا فیض نذیر' قاری غلام علی' مولانا غلام مصطفیٰ اور دیگر علماء کرام نے شرکت کی۔

اردن کی عدالت نے توہین رسالت کے جرم میں تین صحافیوں کو سزائیں سنادیں

اردن (نمائندہ خصوصی) فوجی عدالت نے توہین رسالت کے الزام میں تین صحافیوں مہند مبیدین' ناصر قماش اور رومان حداد کو بالترتیب چھ ماہ' تین ماہ اور دو ماہ قید کی سزا سنائی ہے۔ مہند مبیدین نے اردن سے شائع ہونے والے ہفت روزہ اخبار "الہلال" کی ۱۴/جنوری ۲۰۰۳ء کی اشاعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی کو ایک مضمون میں زیر بحث لاتے ہوئے انتہائی متنازعہ اور گستاخانہ الفاظ استعمال کئے تھے جبکہ اخبار کے چیف ایڈیٹر ناصر قماش اور مینیجنگ ایڈیٹر رومان حداد نے مذکورہ مضمون کی اخبار میں اشاعت کی اجازت دی تھی۔ عدالت نے ناصر قماش پر ۱۸۰ اردنی دینار (مساوی ۱۲۳۵.۵ امریکی ڈالر) جرمانہ عائد کیا جبکہ رومان حداد پر ۱۴۰ اردنی دینار (مساوی ۱۱۶۹ امریکی ڈالر) جرمانہ عائد کیا۔ عدالت نے سزا کے طور پر مزید ایک ماہ تک اخبار کی اشاعت پر پابندی عائد کر دی ہے۔ پولیس نے ۱۶/جنوری کو ہی اخبار کو بند کر کے صحافیوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ ناصر قماش نے کہا کہ یہ کیس مجھے مزید محتاط کر دے گا اور میرے طرز تحریر پر اثر انداز ہوگا۔ علمائے کرام نے اس مضمون کی اشاعت کے بعد مہند مبیدین کو مرتد قرار دیا تھا۔ حکومتی وکلاء نے اس کیس کی سماعت کے دوران بہت ٹھوس دلائل پیش کئے۔ دریں اثناء نیویارک میں صحافیوں کی ایک تنظیم نے اردن کے شاہ عبداللہ ثانی سے مضمون نگار مہند مبیدین کی رہائی کا مطالبہ کیا ہے اور کہا ہے کہ صحافی جو کچھ لکھتے ہیں وہ لوگوں کے نزدیک خواہ کتنا ہی جارحانہ' گستاخانہ اور توہین آمیز کیوں نہ ہو' اس پر صحافیوں کے خلاف نہ مقدمات قائم کرنے چاہئیں اور نہ انہیں سزائیں سنائی جائیں۔

مسجد اقصیٰ پر حملہ دہشت گردی تصور کیا جائے گا

مسلم ورلڈ لیگ نے مسجد اقصیٰ کو تباہ کر کے نام نہاد ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے کے صیہونی منصوبے کے خلاف وارننگ دی ہے۔ مسلم ورلڈ لیگ کے سیکریٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ مسجد اقصیٰ پر حملہ اللہ کے گھروں میں سے ایک گھر کے خلاف دہشت گردی اور ساتھ ہی دنیا بھر کے مسلمانوں پر حملہ تصور کیا جائے گا۔

حسنین پر شفقت

مولانا زاہد محمود

خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: میرے بچے (حسن وحسین رضی اللہ عنہما) کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا: آج ہم صبح اٹھے تو گھر میں چکھنے کو بھی کوئی چیز نہ تھی ان کے والد نے کہا: میں ان دونوں کو لے کر باہر جاتا ہوں' اگر گھر پر رہیں گے تو تمہارے سامنے روئیں گے اور کھلانے کو تو تمہارے پاس کچھ ہے ہی نہیں' چنانچہ وہ انہیں لے کر فلاں یہودی کی طرف گئے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ادھر ہی تشریف لے گئے' وہاں پہنچے تو دیکھا کہ دونوں بچے ایک صراحی سے کھیل رہے ہیں' اور ان کے سامنے بچا کچا ادھ کٹا قسم کا کچھ کھجور ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! اب بچوں کو لے کر چلو' دھوپ بڑھ رہی ہے' انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آج صبح سے ہمارے گھر میں ایک دانہ نہیں ہے' اگر آپ تھوڑی دیر تشریف رکھیں تو میں فاطمہ کے لئے کچھ بچے کھجور جمع کرلوں' یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے' یہاں تک کہ حضرت فاطمہؓ کے لئے کچھ بچے ہوئے کھجور جمع ہوگئے' حضرت علیؓ نے کھجور ایک کپڑے میں باندھ لئے اور بڑھ کر دونوں کو گود میں لیا اور اٹھا کر لے آئے۔

حضرت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا کہ آپ کو اپنے اہل بیت میں کون زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن اور حسین۔ رضی اللہ عنہما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے: میرے بیٹوں کو بلاؤ! پھر آپ انہیں اپنے سینے سے لگاتے۔

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دعوت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہے تھے کہ راستہ کی گلی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر آگے بڑھے اور دونوں ہاتھ پھیلالئے' باقی بچے ادھر ادھر بھاگنے لگے' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہنساتے ہوئے ان کی طرف بڑھتے گئے' یہاں تک کہ پکڑ لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ حضرت حسین کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا' دوسرا سر کے اوپر رکھا اور بوسہ لے لیا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں کسی ضرورت کے لئے رات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ تشریف لائے تو کپڑے کے اندر کوئی چیز آپ نے اٹھائی ہوئی تھی' مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا تھا' جب میں اپنے کام سے فارغ ہوگیا تو عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کپڑے میں کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا اٹھایا تو وہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما تھے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ میرے بیٹے ہیں' میرے نواسے ہیں' اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان سے محبت کریں اور جو ان سے محبت رکھے' ان سے بھی آپ محبت کریں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شانہ مبارک پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو لئے ہوئے جارہے تھے تو ایک شخص نے دیکھ کر کہا: صاحبزادے! بڑی اچھی سواری پر بیٹھے ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور سوار بھی بہترین ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں' اس لئے کہ میں نے دیکھا کہ ایک روز دوڑتے ہوئے آئے اور آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے' (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی داڑھی پکڑ کر دکھایا کہ یہ) اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک ہاتھ سے پکڑنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دہن مبارک کھول کر ان کے منہ میں ڈالنے لگے اور فرماتے جارہے تھے: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں' تو بھی اس سے محبت فرما۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمائی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود آپ کو شہد چٹایا اور ان کے دہن پاک کو اپنی زبان بابرکت سے تر کیا' دعائیں دیں اور حسین نام رکھا۔

☆☆..........☆☆

معاشرۂ انسانی کا باہمی ارتباط

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص (یعنی آدم) سے پیدا کیا اس سے اس کا جوڑا بنایا، پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کرکے روئے زمین پر) پھیلا دیئے اور خدا سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت برآری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور (قطع مودت) ارحام سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔" (النساء:۱)

یہ آیت سورۂ نساء کی ہے' سورۂ نساء کا نام ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام نے طبقہ اناث کو اور جنس لطیف کو کیا مقام دیا ہے؟

میں سمجھتا ہوں کہ طبقہ اناث کے متعلق اسلام کے تصور اور مرد و عورت کی باہمی ذمہ داری اور تعلقات کی نوعیت پر یہ آیت پوری روشنی ڈالتی ہے' پہلے تو اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ ان دو طبقوں کی خلقت ایک ہی طرح ہوئی ہے' اور ان دونوں کی قسمت ایک دوسرے سے ایسی وابستہ ہے گویا ایک جسم کے دو حصے ہوں' مرد و عورت کی جسمانی ساخت میں معمولی تبدیلی اس وجہ سے ہے کہ دونوں زندگی کا سفر خوشگواری سے طے کرسکیں۔

پہلے تو ان دونوں طبقوں کا وجود نفس واحدہ سے ہے' پھر اس نفس واحدہ کو دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا ہے' اس تقسیم کے باوجود ان میں کوئی تضاد' کوئی بیر نہیں بلکہ وہ جاکر ایک ہی نقطہ پر جمع ہوجاتے ہیں' اس دنیا میں سفر کرنے والے انسان کو ہم سفر اس کی جنس سے دیا گیا ہے' اور وہ اسی کے جسم کا حصہ ہے' پھر اس کے بعد ان دونوں سے نسل انسانی کی آفرینش اور افزائش ہوئی' اللہ تعالیٰ نے دونوں کی رفاقت محبت اور ہم سفری میں بڑی برکت عطا فرمائی کہ جو دو تھے ان سے ہزاروں ہوئے اور ہزاروں سے لاکھوں' کروڑوں ہوئے یہاں تک کہ صحیح تعداد کا شمار کمپیوٹر بھی نہیں لگاسکتا کہ کتنے انسان پیدا ہوئے؟ اس کو صرف خدا جانتا ہے "کثیرا" کے لفظ سے خدا نے ان کی کثرت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

سائل بھی اور مسئول بھی:

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"تم اس خدا سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔"

قرآن مجید میں انقلابی طور پر یہ تصور پہلی مرتبہ پیش کیا گیا ہے کہ انسانی سوسائٹی کا ہر فرد ایک دوسرے کا محتاج ہے' ہر ایک سائل ہے اور ہر ایک مسئول ہے' مگر تقسیم اس طرح نہیں کہ سائلین ایک طرف ہیں اور مسئولین دوسری طرف' بلکہ جو سائل ہے وہ مسئول بھی ہے اور جو مسئول ہے وہ سائل بھی ہے "تساؤل" (مشترک سوال و جواب) ایک ایسی زنجیر ہے' جس میں ہر ایک بندھا ہوا ہے' ہماری تمدنی زندگی ایک جال ہے' جس میں ہر ایک دوسرے کا ضرورت مند ہے۔

مرد عورت کے بغیر اپنا قدرتی اور فطری سفر خوشگوار طریقہ سے طے نہیں کرسکتا اور کوئی شریف خاتون رفیق حیات کے بغیر خوشگوار طریقہ سے زندگی نہیں گزار سکتی' اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو دوسرے کا ایسا سائل اور محتاج بنادیا ہے کہ اس کے بغیر زندگی نہیں گزر سکتی۔

خدا کا نام بیگانوں کو یگانہ بناتا ہے:

پھر بھی یہ فرمایا گیا کہ سوال جس کے نام پر تم کرتے ہو وہ خدا ہے' اسلامی معاشرہ خدا کے عقیدے' خدا کی عظمت' خدا کی قدرت اور خدا کی وحدت کے عقیدے پر وجود میں آتا ہے' ایک مسلمان مرد کی مسلمان خاتون سے ہم سفری اور رفاقت جب جائز ہوتی ہے جب وہ خدا کا نام بیچ میں لائیں' خدا کا نام ہی بیگانوں کو یگانہ بناتا ہے' دور کو نزدیک کرتا ہے' غیروں کو اپنا بناتا ہے اور جن کی پرچھائیں بھی پڑنا گوارا نہ تھی ان کو ایسا قریب اور عزیز بنادیا جاتا ہے کہ ان کے بغیر زندگی کا صحیح تصور بھی نہیں ہوسکتا' وہ ایک دوسرے کے رفیق حیات اور راز دار بن جاتے ہیں' شوہر اور بیوی کا تعلق ایسی محبت و اعتماد کا تعلق ہے کہ بعض اوقات وہ والدین کے تعلق سے بھی

بڑھ جاتا ہے‘ جو بے تکلفی‘ جو اعتماد‘ جو الفت‘ جو سادگی‘ جو فطرت ان کے درمیان ہوتی ہے‘ کسی اور رشتہ میں اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا‘ یہ سب اللہ کے نام کا کرشمہ ہے‘ خدا کا نام بیچ میں آتا ہے تو ایک نئی دنیا وجود میں آجاتی ہے‘ کل تک جو غیر تھا یا غیر تھی وہ اپنوں سے بھی زیادہ بڑھ کر اپنا بن جاتا/ جاتی ہے‘ ایک مسلمان مرد اور ایک مسلمان عورت ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلف نہیں ہوسکتے‘ ایک دوسرے کے ساتھ بعض اوقات سفر بھی نہیں کرسکتے‘ ایک دوسرے کے لئے نامحرم ہیں لیکن جب خدا کا نام بیچ میں آجاتا ہے تو ایک مقدس رشتہ قائم ہوجاتا ہے۔

یہ ایک قرآنی معجزہ ہے کہ "تساء لون بہ" کہہ کر معاشرۂ انسانی کا باہمی ارتباط‘ پیوستگی‘ وابستگی اور ہر ایک کا ایک دوسرے کے ساتھ جڑا ہونا ایسا بیان کردیا کہ کوئی بڑے سے بڑا مفکر اور بڑے سے بڑا چارٹر بھی اس کو بیان نہیں کرسکتا‘ فلسفہ‘ اجتماع و عمرانیات (سوشیالوجی) کی بڑی ضخیم کتاب بھی اس کو نہیں بیان کرسکتی۔

پھر یہ فرمایا کہ جس کا نام بیچ میں لاکر حرام کو حلال کرتے ہو‘ ناجائز کو جائز کرتے ہو اور اپنی زندگی میں انقلاب عظیم لاتے ہو‘ اس پاک اور بڑے نام کی لاج بھی رکھنی چاہئے‘ زوجین کے گہرے اور محکم تعلق کو قرآن مجید نے ایک دوسرے انداز میں بھی بیان کیا ہے‘ فرمایا:

"ھن لباس لکم وانتم لباس لھن"

ترجمہ: "تم ایک دوسرے کا لباس بن جاتے ہو۔"

یہ بھی قرآن مجید کا ایک معجزہ ہے کہ اس کے لئے "لباس" کا لفظ استعمال کیا‘ جو ستر پوشی اور زینت زندگی کی اہم ضرورت ہے۔ "لباس" کے لفظ میں وہ سب کچھ آگیا جو زوجین کے باہمی تعلق و اعتماد کے متعلق زیادہ سے زیادہ کہا جاسکتا ہے‘ تم ان کے لئے لباس ہو اور وہ تمہارے لئے لباس ہیں‘ لباس کے بغیر جس طرح انسان حیوانیت سے قریب تر نظر آتا ہے‘ ایک صحرائی مخلوق نظر آتا ہے‘ ویسے ہی ازدواجی زندگی کے بغیر انسان غیر متمدن نظر آتا ہے‘ اس کو غیر متمدن اور غیر مہذب سمجھنا چاہئے۔

☆☆..........☆☆

قادیانی غیر مسلم ہونے کے باوجود آئین وقانون کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں

چناب نگر (پ ر) چناب نگر سمیت ملک بھر میں امتناع قادیانیت آرڈی نینس پر عمل درآمد کرایا جائے۔ قادیانی کسی بھول میں نہ رہیں‘ ہم نے ان کے خلاف تین کامیاب تحریکیں چلائیں‘ جن کے بعد قادیانی آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ مولانا غلام مصطفیٰ کا راستہ روکنا اور انہیں دھمکیاں دینے کی قادیانیوں کی جرأت قابل تشویش ہے‘ ہم قادیانیوں کو ریاست کے اندر ریاست بنانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ مولوی فقیر محمد نے جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں ایک ہنگامی پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم پاکستان‘ وزیر اعلیٰ پنجاب اور ہوم سیکریٹری پنجاب سے پُر زور مطالبہ کیا کہ وہ قادیانی جماعت کی جانب سے چناب نگر میں سرکاری شاہراہوں پر ناکے لگانے اور مسلمانوں کو ہراساں کرنے پر ان کے خلاف مؤثر کارروائی کرے اور خطیب جامع مسجد محمدیہ مولانا غلام مصطفیٰ کو ہراساں کرنے والے ملزمان کو فی الفور گرفتار کیا جائے اور اس جرم میں قادیانی جماعت کے مقامی امیر اور صدر انجمن احمدیہ پاکستان مرزا مسرور احمد‘ صدر عمومی چناب نگر شاہد احمد سعدی اور دیگر کے خلاف دہشت گردی ایکٹ کے تحت علیحدہ مقدمہ درج کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ سرکاری شاہراہوں پر ٹریفک کنٹرول کرنا مقامی پولیس کی ڈیوٹی ہے جبکہ قادیانی جماعت کے "خدام الاحمدیہ" کے کمانڈو ناکے لگا کر بلاوجہ مسلمانوں کو ہراساں کرکے دہشت گردی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ قادیانی جماعت نے ۳۱/ جنوری کے روزنامہ "الفضل" کی اشاعت میں خود ٹریفک کنٹرول کرنے اور مولانا غلام مصطفیٰ کو زبردستی روکنے اور انہیں ہراساں کرنے کا اقرار کیا ہے۔ انہوں نے قادیانی جماعت کو خبردار کیا کہ وہ ہمارے صبر کا امتحان نہ لے۔ ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم کے مطابق قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں اور ان کی اسلام دشمن تبلیغ و تشہیر پر مکمل طور پر پابندی ہے اس کے باوجود وہ آئین وقانون کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں۔ اس موقع پر مولانا حبیب الرحمٰن‘ مولانا خان عابد حسین‘ مولانا قاری محمد ایوب چنیوٹی‘ مولانا غلام مصطفیٰ اور دیگر علماء کرام بھی موجود تھے۔

قرآن پاک کی بے حرمتی کے الزام میں نوجوان گرفتار

لاہور (نمائندہ خصوصی) پولیس نے قرآن پاک کی بے حرمتی کرنے کے الزام میں ۱۹ سالہ توقیر عباس کو گرفتار کرلیا۔ اس پر الزام ہے کہ اس نے قرآن پاک کے اوراق کو نذر آتش کرکے انہیں سڑک پر پھینک دیا۔ اس کے خلاف اس کے پڑوسیوں نے شکایت کی تھی جس پر پولیس نے ایکشن لیا۔ مقامی پولیس کے سربراہ رضوان قادر نے بتایا کہ توقیر عباس کو اکبری سیکشن کے علاقے میں واقع اس کے گھر سے گرفتار کیا گیا۔ پولیس نے قرآن پاک کے متعدد جلے ہوئے اوراق توقیر کے گھر کے پاس واقع سڑک سے جمع کئے۔ توقیر عباس کمپیوٹر سائنس کا طالب علم ہے۔ اس نے الزام کی صحت سے انکار کرتے ہوئے اپنے پڑوسیوں پر اپنے خلاف کیس بنانے کا الزام عائد کیا۔ ملزم کو توہین قرآن کے الزام کا سامنا ہے۔

تصوف و سلوک اور آلِ حسینؓ

سید اطہر عظیم

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نواسۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ آپ کے صاحبزادے حضرت علی رضی اللہ عنہ المعروف بہ امام زین العابدین کے واسطے سے آپؓ کی اولاد کا سلسلہ کثرت سے دنیا بھر میں پھیلا۔ کرامت و سیادت آپؓ کی فطرت میں ودیعت کر دی گئی تھی' اس لئے بزرگی اور مشیخت کے میدان میں آپؓ اور آپؓ کی اولاد مرد میدان نظر آتی ہے۔ جس سلسلہ تصوف و طریقت کو اٹھا کر دیکھ لیجئے' اس میں مشہور ترین شخصیات میں آپ حضرت حسینؓ کی اولاد کو پائیں گے۔ مشاہیر مشائخ کو دیکھئے تو ان میں آپ کو حسینی سید ملیں گے۔ گو مختلف طبقات نے ان اکابر کی ذات کو لوگوں کے سامنے رکھ کر اپنے خود تراشیدہ عقائد و نظریات کی ترویج و اشاعت کی کوشش کی' لیکن تاریخ گواہ ہے کہ خانوادہ رسول سے تعلق رکھنے والے ان اکابر نے اپنی پوری زندگی عقائد اہل سنت والجماعت کو مان کر مذہب اہل سنت والجماعت پر چلتے ہوئے گزاری۔ چند مشہور اولیائے کرام و مشائخ طریقت جو سلسلہ نسب کے اعتبار سے حسینی سید ہیں' اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس مضمون میں ان کے اسمائے مبارکہ اور بعض کے مختصر تعارف کو یکجا کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

حضرت زین العابدین علی رضی اللہ عنہ:

آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر صاحبزادے ہیں۔ شرف تابعیت سے سرفراز ہیں اور اپنے عظیم المرتبت والد کے سچے جانشین ہیں۔ آپ نے سلسلہ طریقت میں اپنے عظیم والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے اکتساب فیض کیا اور اس سلسلہ کی اجازت و خلافت آپؒ کو اپنے والد ماجدؓ سے حاصل ہے۔ آپ کا اصل نام "علی" تھا جبکہ آپ "زین العابدین" پکارے جاتے تھے۔

حضرت محمد باقرؒ:

آپؒ حضرت زین العابدین علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں اور سلسلہ باطن میں اپنے والد ماجدؓ ہی سے مستفید ہیں۔ آپ کو خلافت و اجازت در سلسلہ طریقت اپنے والد گرامی سے عطا ہوئی۔ آپ کو تبع تابعی ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ آپ سے سلسلہ عالیہ چشتیہ اور سلسلہ عالیہ قادریہ متصل ہیں۔ آپ کے صاحبزادگان کے علاوہ حضرت سلطان ابراہیم بن ادھمؒ بھی آپ کے خلیفہ مجاز ہیں۔

حضرت امام زیدؒ:

آپ کا اسم گرامی "زید" ہے اور آپ "زید شہید" کے لقب سے معروف ہیں۔ آپ تبع تابعی ہیں۔ آپ اپنے والد ماجد حضرت زین العابدین علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ' مجاز ہیں۔ آپ کا حلقہ ارادت کافی پھیلا اور تقریباً چالیس ہزار افراد آپ کے ارادت مند ہوئے۔

حضرت سید حسین اصغرؒ:

آپ حضرت زین العابدین علی رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں اور اپنے والد سے نسبت باطنی میں مستفید ہیں اور انہیں کے خلیفہ مجاز ہیں۔ آپ تبع تابعی ہیں۔ آپ کی اولاد ایک عرصہ تک مدینہ منورہ میں رہائش پذیر رہی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا سید زوار حسین شاہؒ آپ ہی کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت جعفر صادقؒ:

آپؒ حضرت محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ کو خرقہ خلافت اور اجازت بیعت در سلسلہ طریقت اپنے والد ماجد حضرت محمد باقرؒ کے علاوہ اپنے نانا حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی حاصل ہے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اتصال کا ذریعہ آپؒ ہی کی ذات بابرکات ہے اور اس طرح سلسلہ عالیہ نقشبندیہ علاوہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حضرت علیؓ سے بھی متصل ہے۔ آپ کی سچی گفتگو کی وجہ سے آپ کا لقب "صادق" تھا۔ آپ علم ظاہری میں بھی بہت بلند مقام کے حامل تھے۔ آپ نے اپنے والد ماجدؒ اور اپنے نانا کے علاوہ نافعؒ، عطاؒ، محمد بن منکدرؒ اور زہریؒ سے احادیث نقل کی ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ، یحییٰ بن سعید انصاریؒ، ابن جریجؒ، امام مالکؒ، محمد بن اسحاقؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ کے علاوہ آپ کے عظیم المرتبت صاحبزادے حضرت موسیٰ کاظمؒ نے بھی آپؒ سے روایات لی ہیں۔ تصوف پر آپ کی کئی تصانیف ہیں۔

حضرت سید زکریاؒ:

آپ حضرت محمد باقرؒ کے صاحبزادے اور حضرت جعفر صادقؒ کے بھائی ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ:

آپؒ کے سلسلہ نسب کے بارے میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ نوراللہ مرقدہٗ اپنی کتاب "تاریخ مشائخ چشت" میں لکھتے ہیں:

"بعض لوگ آپ کو سید حسینی بھی بتاتے ہیں۔" (ص:۱۲۷)

آپ حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ سے مکہ مکرمہ میں بیعت ہوئے اور حضرت فضیلؒ کے اکابر خلفاء میں سے ہوئے۔ حضرت فضیلؒ کے علاوہ آپ کو حضرت امام محمد باقرؒ، حضرت اویس قرنیؒ اور حضرت عمران بن موسیٰؒ سے بھی دیگر سلاسل تصوف میں خلافت و اجازت بیعت حاصل ہوئی۔ آپ کا تقویٰ و طاعت بے نظیر ہے۔ آپ نے بلخ کی بادشاہت چھوڑ کر فقیری اختیار فرمائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ مقام عطا فرمایا تھا کہ حضرت جنید بغدادیؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

"جو علوم اولیا کو دیے جاتے ہیں ان سب کی کنجی حضرت ابراہیم بن ادھمؒ ہیں۔" (تاریخ مشائخ چشت ص ۱۳۹)

آپ کے خلفا میں حضرت شقیق بلخیؒ اور حضرت حذیفہ مرعشیؒ شامل ہیں۔

حضرت اسمٰعیلؒ:

آپؒ حضرت جعفر صادقؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی نسبت باطنی اپنے والد بزرگوار ہی سے ہے۔ آپ اپنے والد ماجد کی زندگی ہی میں وفات پاگئے۔

حضرت موسیٰ کاظمؒ:

آپ بھی حضرت جعفر صادقؒ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کا سلسلہ طریقت بھی آپ کے والد بزرگوار ہی سے ہے۔ آپ اپنے والد کے خلیفہ مجاز ہیں۔ آپ سے کئی سلاسل طریقت باقاعدہ طور پر جاری ہوئے۔

حضرت محمدؒ:

آپ بھی حضرت جعفر صادقؒ کے صاحبزادے ہیں۔ والد بزرگوار کا سلسلہ آپؒ کے واسطے سے بھی جاری ہوا۔

حضرت عبداللہؒ:

آپ بھی حضرت جعفر صادقؒ کے صاحبزادے ہیں۔ بعض کتب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ حضرت جعفر صادقؒ کے تمام صاحبزادوں کے سردار تھے اور اپنے والد کی جگہ بیٹھتے تھے نیز یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والد بزرگوار کے معتقدین ان کی وفات کے بعد آپ سے متعلق ہوگئے تھے۔

حضرت ابوالفضل عبداللہؒ:

آپ حضرت موسیٰ کاظمؒ کے صاحبزادے اور ان کے خلیفہ مجاز ہیں۔ آپ سے سلسلہ طریقت باقاعدہ طور پر جاری ہوا۔ آپ کے سلسلہ طریقت سے استفادہ کرنے والوں میں عملیات و تعویذات کی مشہور زمانہ کتاب "شمس المعارف" کے مصنف شیخ ابوالعباس احمد بونیؒ کا اسم گرامی بھی آتا ہے۔

حضرت سید علی رضاؒ:

آپ حضرت موسیٰ کاظمؒ کے صاحبزادے ہیں اور نسبت باطنی میں انہی سے مستفید ہیں۔ خلافت و اجازت آپ کو اپنے والد گرامی ہی سے حاصل ہوئی۔ غالباً اسی وجہ سے آپ کے والد گرامی کے مسترشدین ان کی وفات کے بعد آپ سے متعلق ہوئے اور آپ کو ان کا جانشین سمجھتے رہے۔ حضرت معروف کرخیؒ جو حضرت جنید بغدادیؒ کے دادا پیر ہیں، آپ ہی کے خلیفہ مجاز ہیں۔

حضرت احمد بن موسیٰؒ:

آپ بھی حضرت موسیٰ کاظمؒ کے صاحبزادے اور حضرت سید علی رضاؒ کے بھائی ہیں۔ حضرت سید علی رضاؒ نے اپنے بعد آپ کے حق میں وصیت فرمائی تھی، اسی وجہ سے حضرت سید علی رضاؒ کے بعض مسترشدین حضرت احمد بن موسیٰؒ سے متعلق ہوئے۔

حضرت سید احمد توختہؒ تمثال رسول:

آپ "مرشد پنجاب" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ لاہور میں آپ کا مزار ہے۔ حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ اور

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ نقشبندیؒ آپ ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ "تمثال رسول" بھی کہے جاتے تھے' جس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے ہمعصر کسی بزرگ نے واقعہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس زمانہ میں حضور کی اولاد میں کوئی حضور کی شبیہ موجود ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سید احمد توختہ کی زیارت کرو وہ میرا شبیہ ہے' اس کو دیکھا تو گویا مجھ کو دیکھا۔ اسی لئے آپ "تمثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" سے ملقب ہوئے۔ آپ کے اجداد میں سے کوئی بزرگ حضرت جنید بغدادیؒ کے خلیفہ تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے ان کو دعا دی تھی کہ تمہاری نسل میں بکثرت اولیاء اللہ ہوں گے اور ہمیشہ ایک قطب ہوا کرے گا۔ (نقش حیات ص:۳۶)

حضرت سید ابو یوسف بن سمعان چشتیؒ:

آپ کا سلسلہ نسب تیرہ واسطوں سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ "ناصر الدین" آپ کا لقب تھا۔ آپ اپنے ماموں حضرت ابو محمد چشتی کے خلیفہ تھے۔ (تاریخ چشت ص:۱۵۷)

حضرت خواجہ مودود چشتیؒ:

آپ اپنے والد ماجد حضرت سید ابو یوسف بن سمعان چشتی کے جانشین اور خلیفہ مجاز ہیں۔ "قطب الاقطاب' قطب الدین' شمع صوفیان' چراغ چشتیاں" آپ کے القاب وخطابات ہیں۔ آپ کے دس ہزار خلفاء تھے اور مریدین کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔ (تاریخ مشائخ چشت ص:۱۵۹)

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ:

آپ خواجہ عثمان ہارونیؒ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ آپ کا نسب گیارہویں پشت پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے کمالات بحر لاانتہا ہیں' حتی کہ کہتے ہیں کہ جس پر نظر ڈالتے تھے وہ صاحب معرفت ہو جاتا تھا۔ آپ ہندوستان کے "امام الطریق" تھے۔ آپ ہی سے ہندوستان میں علوم معرفت کا افتتاح ہوا۔ سلسلہ چشتیہ ہندوستان میں آپ ہی سے پھیلا۔ ہندوستان میں نوے لاکھ آدمی آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ آپ خواجہ عثمان ہارونیؒ سے بیعت ہوئے اور ایک ہی دن میں تکمیل ہوگئی۔ نسبت باطنی کے حصول کے بعد بھی شیخ کے ایما پر بیس سال شیخ کی خدمت میں مزید رہے۔ مشاہیر مشائخ حضرت نجم الدین کبریٰؒ اور حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت وفیوض سے بھی متمتع ہوئے۔ آپ کے کمال کی انتہا ہے کہ آپ کے شیخ آپ کی بیعت پر فخر فرماتے تھے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد بے حد ہے حتی کہ مشاہیر بھی تیرہ' چودہ ہیں جن میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ بھی شامل ہیں۔ (تاریخ مشائخ چشت)

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ:

آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت جعفر صادقؒ سے ملتا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے نوعمری میں بیعت ہوئے اور سترہ سال کی عمر میں شیخ نے آپ کو خرقہ خلافت و اجازت بیعت عطا فرمائی۔ آپ اپنے شیخ کے سب سے اول خلیفہ ہیں۔ آپ کا جب وصال ہوا تو آپ کے خلیفہ خواجہ ابوسعید تبریزی نے آپ کی یہ وصیت سنائی کہ میرے جنازے کی نماز وہ شخص پڑھائے جس نے کبھی حرام کے لئے کمر بند نہ کھولا ہو' سنت عصر اور تکبیر اولیٰ جماعت کی کبھی فوت نہ کی ہو (حضرت تھانویؒ کے ایک ملفوظ کے مطابق وصیت میں یہ بھی تھا کہ نماز جنازہ وہ شخص پڑھائے جس کی ساری عمر نامحرم پر نظر نہ پڑی ہو) یہ سن کر تھوڑی دیر سکتہ کا عالم رہا۔ اس کے بعد سلطان شمس الدین التمش سلطان دہلی آگے بڑھے اور فرمایا کہ میرا دل چاہتا تھا کہ کوئی شخص میرے حال پر مطلع نہ ہو' مگر حضرت شیخ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے اظہار فرما دیا۔ چنانچہ سلطان نے حضرت خواجہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے بہت سارے خلفاء ہیں لیکن سلسلہ صرف ان تین حضرات سے جاری ہوا: (۱) خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ (۲) شیخ بدرالدین غزنویؒ (۳) شاہ خضر قلندر رومیؒ۔ ان کے علاوہ خواجہ شمس الدین التمشؒ سلطان دہلی بھی آپ کے مشاہیر خلفاء میں تھے۔

حضرت شاہ خضر حسینی قلندر رومیؒ:

آپ کو سلسلہ قلندریہ کی اجازت وخلافت سید عبدالعزیز مکیؒ سے حاصل ہوئی اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے سلسلہ عالیہ چشتیہ کی اجازت و خلافت عطا ہوئی۔ آپ نے سلسلہ قلندریہ چشتیہ کو رائج کیا۔ آپ نے دوسو پچاس برس کی عمر پائی۔

حضرت شاہ نجم الدین چشتیؒ:

آپؒ پہلے پہل حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور انہی کے حکم سے روم گئے اور حضرت شاہ خضر حسینی قلندر رومیؒ (خلیفہ مجاز حضرت سید عبدالعزیز مکیؒ وحضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ) سے ملے اور ان کی خدمت میں رہ کر طریقہ قلندریہ میں مجاز ہوئے۔ آپ نے دوسو برس کی عمر پائی۔

حضرت محمد الحسینی گیسو دراز:

آپ حضرت نظام الدین اولیاؒ نوراللہ مرقدہٗ کے خلیفہ حضرت مولانا نصیر الدین محمودؒ روشن چراغ دہلی کے مجاز بیعت ہیں۔آپ کی زلفیں مائل بہ درازی تھیں' اس لئے آپ "گیسو دراز" مشہور تھے جو آپ کے اصل نام سے زیادہ مشہور ہوگیا تھا۔ایک مرتبہ آپ اپنے شیخ کی پالکی اٹھائے جارہے تھے کہ آپ کی زلفیں پالکی میں الجھ گئیں۔آپ غالباً شیخ کو تکلیف نہ دینے کے خیال سے الجھی زلفوں کے ساتھ پالکی اٹھائے رہے۔شیخ کو معلوم ہوا تو انہوں نے آپ کی شان میں فی البدیہہ ایک عجیب دلربا شعر فرمایا' جو درج ذیل ہے:

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

حضرت شاہ نورالحق ٹانڈوی چشتیؒ:

آپ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے اجداد میں سے ہیں۔آپ حضرت شاہ داؤد چشتیؒ کے خلیفہ مجاز ہیں۔شاہ نورالحق رحمہ اللہ حضرت مدنیؒ کے دو مورث اعلیٰ ہیں جو ہجرت کر کے سرزمین الہ داد پور' قصبہ ٹانڈہ میں پہلے پہل تشریف لا کر اقامت گزیں ہوئے۔

حضرت شاہ عبدالوہابؒ:

یہ بزرگ چشتی تھے۔ان کی ایک کرامت یہ تھی کہ ان کے مکان کے سامنے سے جس کسی کافر کا جنازہ نکلتا تھا تو پھر جل نہ سکتا تھا۔(نقش حیات)

حضرت شاہ بھیکؒ:

"مقامات زواریہ" میں آپ کا اسم گرامی "حضرت شاہ بھیک" تحریر ہے لیکن بعض حضرات کے نزدیک آپ کا اسم گرامی "شاہ غلام بھیک" ہے۔

حضرت شاہ بھیکؒ مادر زاد ولی تھے۔آپ نے سلوک کی تکمیل حضرت شاہ ابوالمعالی انبہٹویؒ سے کی تھی اور انہی سے آپ کو اجازت و خلافت عطا ہوئی۔آپ اپنے شیخ کے خادم خاص بھی تھے۔

حضرت شاہ حامد نو بہارؒ:

آپ حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے خلفا میں سے ہیں۔

حضرت سید آدم بنوریؒ:

آپ کی جلالت قدر اور علوشان کو بیان کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نوراللہ مرقدہٗ کے اکابر خلفاً میں سے ہیں۔آپ کو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے یہ بشارت دی تھی کہ آپ پر جن علوم کا ورود ہو رہا ہے' ان کو سمجھنے والے لوگ دنیا اب خال خال ہی رہ گئے ہیں۔آپ امی تھے لیکن روح القدس کے فیض سے آپ نے کلام اللہ شریف حفظ کیا تھا۔آپ کے معتقدین میں سے ایک ہزار علماً ہر وقت آپ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔بادشاہ وقت تک آپ سے ڈرتا تھا کہ کہیں آپ اس کی سلطنت پر قبضہ نہ کرلیں۔آپ کا سلسلہ بہت پھیلا اور کثرت سے علماً اس میں داخل ہوئے جن میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ' شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ' شاہ عبدالقادر دہلویؒ' شاہ رفیع الدین دہلویؒ' شاہ اسمٰعیل شہیدؒ' سید احمد شہید بریلویؒ' مولانا عبدالحئیؒ' حاجی عبدالرحیم ولایتیؒ' میانجی نور محمد جھنجھانویؒ' مولانا شیخ محمد محدث تھانویؒ' مولانا رشید احمد گنگوہیؒ' مولانا محمد قاسم نانوتویؒ' مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ' مولانا رفیع الدین دیوبندیؒ اور خود حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور ان کے سلسلہ میں داخل ہونے والے تمام افراد جن میں تقریباً پورا دارالعلوم دیوبند' مظاہر العلوم سہارنپور' ندوۃ العلماً لکھنؤ' پاکستان میں جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن' دارالعلوم کراچی سمیت دنیا بھر میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے سلسلے کے تمام علماً شامل ہیں صلحاً اور عوام الناس کی تعداد اس سے الگ رہی۔

حضرت سید حبیب اللہ مہاجر مدنیؒ:

آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے والد ماجد ہیں۔آپ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کے مرید باصفا تھے۔شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ آپ کے حالات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں حاضر ہوکر ذکر و فکر و مراقبہ میں جدوجہد کی اور بڑے درجے تک اس میں کامیاب ہوئے۔کشف ان کا بہت قوی اور زیادہ تھا۔متعدد مکاشفات ان کے صحیح ثابت ہوئے۔انہیں میں سے یہ بھی ہے کہ انہوں نے مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ فرمایا: "تم میں سے ایک شخص کو ہندوستان جانا ہوگا" میں نہیں جانتا تھا کہ یہ قرعہ فال مجھ دیوانہ پر پڑے گا...... حضرت مولانا گنج مراد آبادی سے ان کو خلافت اور اجازت زندگی میں ظاہراً نہیں ملی تھی مگر بعد از وفات حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو والد صاحب نے خواب میں دیکھا کہ: "میں تم کو اجازت بیعت دیتا ہوں۔" اس بنا پر دو شخصوں کو ٹانڈہ میں بیعت کیا تھا۔" (نقش حیات ص:۴۵)

حضرت مولانا سید احمد حسن امروہویؒ:

آپ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے اور جلیل القدر محدث تھے۔ آپ کو سند حدیث حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ سے بھی حاصل ہے۔ آپ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت تھے۔ اجازت بیعت اور خلافت حضرت حاجی صاحب موصوفؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے حاصل ہے۔ حضرت نانوتویؒ کی طرح آپ میں بھی انتہا سے زیادہ اخفائے حال تھا حالانکہ آپ اپنے زمانے میں تصوف کے اونچے مقام پر فائز تھے۔

حضرت مولانا شاہ وارث حسنؒ:

آپ حدیث میں حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے شاگرد ہیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت گنگوہیؒ سے بیعت ہوئے اور ان کے خلیفہ مجاز ہوئے۔ آپ کو اپنے دادا پیر حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے۔

حضرت مولانا فدا حسین دربھنگویؒ:

آپ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے شاگرد ہیں۔ طریقت میں حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے مستفید ہیں۔

حضرت حاجی محمد عابد حسین دیوبندیؒ:

آپ بانیان دارالعلوم دیوبند میں سے ہیں اور دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مہتمم ہیں۔ آپ حضرت میاں کریم بخش صابری رامپوریؒ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے بھی آپ کو خلافت حاصل تھی۔ مشہور ہے کہ تیس سال تک آپ کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ نماز تہجد کا ایسا التزام تھا کہ ساٹھ سال تک کبھی قضا نہیں ہوئی۔ رشد وہدایت کے علاوہ فن عملیات وتعویذات میں بھی زبردست ملکہ حاصل تھا۔

حضرت مولانا ابوالقاسم ہنسوی فتح پوریؒ:

آپ کو سند حدیث حضرت مولانا قاری عبدالرحمن محدث پانی پتی سے حاصل ہے۔ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے آپ کو اجازت وخلافت حاصل تھی۔ حضرت حاجی صاحب اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے مراسلت بھی رکھتے تھے۔ ان دونوں حضرات کے ان کے نام بہت سے خطوط ہیں جو خاندانی مرقعہ میں موجود ہیں۔

حضرت مولانا محمد صدیق مہاجر مدنیؒ:

آپؒ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے برادر بزرگ ہیں۔ آپ کو امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے نسبت ارادت ہے۔ آپ کو اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو ایک ہی مجلس میں حضرت گنگوہیؒ سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی اور حضرت گنگوہیؒ نے ایک ساتھ آپ دونوں کی دستار بندی فرمائی۔

حضرت مولانا سید احمد مہاجر مدنیؒ:

آپؒ بھی شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے برادر بزرگ ہیں۔ آپ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت تھے۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”بھائی سید احمد صاحب مرحوم کئی برس خانقاہ (رشیدی) میں مقیم اور شرف خدمت گزاری حاصل کرتے ہوئے ذاکر و شاغل رہے مگر حضرت (گنگوہی) رحمۃ اللہ علیہ سے شرف اجازت (بیعت) حاصل نہ ہوا۔ بعد میں حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (رحمۃ اللہ علیہما) نے اجازت (بیعت و خلافت) عطا فرمائی۔“ (نقش حیات ص:۴۰)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ:

آپؒ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے مرید اور خلیفہ مجاز ہیں اور آپ کو ان سے چاروں سلسلوں میں اجازت وخلافت حاصل ہے۔ حضرت امام ربانیؒ کے علاوہ آپؒ اپنے دادا پیر سید الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے بھی مستفید ہوئے اور ان سے آپ نے اوراد واشغال کی تعلیم حاصل کی۔ آپؒ کو حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ سے بھی سلسلہ قادریہ راشدیہ میں اجازت و خلافت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ اسارت مالٹا کے دوران اپنے استاد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت کے ذریعہ ان کی جو توجہات آپ کو حاصل ہوئیں اس کا آپ خود اعتراف فرماتے تھے۔ آپ کا سلسلہ بہت پھیلا۔ آپ کے صاحبزادگان حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہ العالی اور حضرت مولانا ارشد مدنی مدظلہ العالی آپ کے سلسلے میں صاحب اجازت وخلافت ہیں۔ آپؒ کے ایک سو ستر خلفاء کے نام ملتے ہیں۔

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ:

آپ حضرت سید آدم بنوریؒ خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؒ حضرت علامہ

سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے مایہ ناز شاگرد خادم خاص اور علوم انوری کے امین ہیں۔ آپ کو اجازت و خلافت سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا شفیع الدینؒ سے حاصل ہے۔ حضرت مولانا شفیع الدینؒ کے فرمان پر آپ نے تعلیم طریقت کے لئے ہندوستان میں حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے رجوع کیا اور حضرت تھانویؒ نے آپ کو اپنا "مجاز صحبت" بنایا۔ آپ ایک واسطے سے حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے اجازت حدیث رکھتے ہیں۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بھی آپ کو اجازت حدیث حاصل ہے۔

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہؒ:

آپؒ حضرت مولانا محمد سعید قریشی احمد پوریؒ کے مرید اور ان کے خلیفہ مجاز ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو اپنے دادا پیر حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے۔ آپ کے دادا نے بعض افراد کے کہنے میں آ کر عقائد باطلہ اختیار کر لئے تھے لیکن آپ نے ان عقائد باطلہ کے حوالے سے حضرت تھانویؒ سے بذریعہ مکاتبت تحقیق کی اور ان سے مستفید ہو کر عقائد حقہ اختیار کر لئے۔ آپ صاحب تصنیف بھی ہیں اور تصوف پر "عمدۃ السلوک" اور فقہ پر "زبدۃ الفقہ" اور "عمدۃ الفقہ" آپ کے یادگار مجموعے ہیں۔

حضرت قاضی زاہد الحسینیؒ:

آپ حضرت گیسو درازؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ دارالعلوم دیو بند کے فارغ التحصیل ہیں۔ آپ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے مرید اور امام اولیا شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ آپ کے متعدد خلفاً ہیں جن میں آپ کے تینوں صاحبزادے بھی شامل ہیں۔ آپ درس قرآن کے حوالے سے بھی مشہور ہیں۔ "با محمد باوقار" اور "رحمت کائنات" آپ کی مشہور زمانہ تصانیف ہیں۔ آپ نے اپنے شیخ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی سوانح "چراغ محمد" کے نام سے تالیف فرمائی۔

حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی مدظلہ:

آپ حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کو اجازت وخلافت حضرت مدنیؒ کے خلفاً سے حاصل ہے۔ آپ جمعیت علماً ہند کے امیر ہونے کی وجہ سے "امیر الہند" کہلاتے ہیں۔ آپ کا سلسلہ بیعت مختلف ممالک میں پھیلا ہوا ہے اور آپ کے متعدد خلفاً ہیں جن میں آپ کے برادر اصغر حضرت مولانا سید محمد ارشد مدنی مدظلہ بھی شامل ہیں۔

حضرت سید نفیس شاہ الحسینی مدظلہ:

آپ حضرت گیسو درازؒ کی اولاد ہیں۔ آپ بلاشبہ اس وقت سید الخطاطین ہیں۔ آپ کو اجازت و خلافت قطب الارشاد حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے حاصل ہے۔ آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر ہیں۔ آپ کا سلسلہ ارادت مختلف ممالک پر محیط ہے۔

☆☆.........☆☆

انتظامیہ قادیانیوں کی پشت پناہی بند کرے

چناب نگر (رپورٹ: مولانا غلام مصطفیٰ)

جمعۃ المبارک کے دن جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن چناب نگر میں ایک بہت بڑا اجتماع منعقد ہوا، جس میں علاقہ بھر کے مسلمانوں نے شرکت کی۔ اجتماع میں ساڑھے بارہ بجے سے لے کر تین بجے تک علماً کرام کے بیانات ہوئے۔ اس اجتماع کا اہتمام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے کیا گیا تھا۔ مولانا محمد حسین چنیوٹی نے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کا فوری نوٹس لیا جائے اور مولانا غلام مصطفیٰ پر حملہ کرنے والے قادیانیوں کو فوری گرفتار کیا جائے، ورنہ حالات کی ذمہ داری انتظامیہ پر ہوگی۔ مولانا غلام مرتضیٰ، مولانا اللہ یار، مولانا محبوب الرحمن، مولانا خان عابد حسین اور دیگر علماً کرام نے بھی اس موقع پر خطاب کیا۔ احتجاجی قرارداد میں مولانا غلام مصطفیٰ نے پڑھیں جن میں قادیانی صدر میجر سعدی، حمید اللہ قریشی اور دیگر قادیانیوں کی فوری گرفتاری، اقصیٰ چوک اور دیگر جگہوں کی ناکہ بندی فوری ختم کرنے، گاڑی پر پہرہ کے بہانے سر عام اسلحہ لہرانے والے قادیانیوں کی فوری گرفتاری، قادیانیوں کی جانب سے بنائے گئے عقوبت خانے، ٹارچر سیل اور چیک پوسٹوں کے خاتمہ، قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی غنڈہ گردی پر پابندی، ڈرگ انسپکٹر اعجاز احمد قادیانی اور ڈاکٹر عمران قادیانی، انچارج احمد نگر ہسپتال کی فوری تبدیلی کے مطالبات کے علاوہ مقامی انتظامیہ سے بھی مطالبہ کیا گیا کہ وہ قادیانیوں کی پشت پناہی بند کرے۔

گونج اٹھے ارض وسما نعرۂ تکبیر کے ساتھ

حضرت شاہ نفیس الحسینی مدظلہ

گونج اٹھے ارض و سما نعرۂ تکبیر کے ساتھ
رن میں نکلا کوئی سونتی ہوئی شمشیر کے ساتھ

ایک بجلی سی چمکتی ہے پسِ پردۂ ابر
ایک ظلمت سی الجھنے کو ہے تنویر کے ساتھ

ہر قدم اٹھتا ہے اسلام کی عظمت کے لئے
دم بہ دم بڑھتا ہے اللہ کی تکبیر کے بعد

اللہ اللہ محمدؐ کے نواسوں کا جہاد
علی اصغر بھی کہیں کھیل گئے تیر کے ساتھ

یہ تو پھر خون جگر گوشہ پیغمبرؐ ہے
عرش ہل جاتا ہے اک آہ کی تاثیر کے ساتھ

خاک اور خون میں لتھڑے ہوئے جانبازوں سے
پیش آتی ہے مشیت بڑی توقیر کے ساتھ

اپنے اللہ کا صد شکر ادا کرتا ہوں
جس نے وابستہ کیا دامن شبیرؓ کے ساتھ

کیا آپ نے کبھی غور کیا؟

قادیانی

ہمارے نوجوانوں کو ورغلا
کر مُرتد بنا رہے ہیں
اس مقصد کے لئے
وہ کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا رہے ہیں

جب آپ حق پر ہیں تو

آپ نے ناموسِ رسالت مآب ﷺ اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کیا انتظام کیا؟
کیا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں کہ قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں؟
اگر ہے تو آج ہی ملّت اسلامیہ کے بین الاقوامی ہفت روزہ

ہفت روزہ ختمِ نبوّة

کا مطالعہ کیجئے

خوبصورت ٹائیٹل
کمپیوٹر کتابت
عمدہ طباعت

ہر جمعہ کو پابندی
سے شائع ہوتا ہے

ختم نبوة

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے اور مجلس کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچاتا ہے، جس میں سیرت رسول آخرینؐ، سیرت الصحابہؓ، دینی و اصلاحی مضامین شائع کئے جاتے ہیں مرزائیت کا بھی جدید انداز میں تجزیہ کیا جاتا ہے

الحمد للہ

یہ ہفت روزہ امریکہ، برطانیہ، اسپین ماریشس، جنوبی افریقہ، سعودی عرب، نائجیریا، قطر، بنگلہ دیش، آسٹریلیا اور دنیا کے کئی دیگر ملکوں میں جاتا ہے۔

تعاون کا ہاتھ بڑھائیے

خریدار بنیئے — بنائیے

اشتہارات دیجئے

مالی امداد فراہم کیجئے

اِنشاءاللہ اِس میں دُنیا و آخرت کا فائدہ ہے